

اکابر صحابہ

شہادتِ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فتنے کا تحقیقی جائزہ

اور

شہداءِ کربلا پر افتراء

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستانِ کاغذی جائزہ

شیخ الحدیث مفتی محمد امجد علی عثمانی شہید عثمانی رحمہ اللہ

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عظیمی

مفتیس و پندرہ

الکتاب العربیہ
۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء
۷۵۹۰۰

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

سبیلِ سلیمہ اور

حلیف آباد، پوسٹ نمبر ۸-۷۱

شہداء اکبر بلا پرافتراء رضی اللہ عنہم

[شہادتِ حُجین کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ]

از

شیخ الحدیث محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فائزر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن شمس

مؤسس و مدیر

الرحیم لکچر

ملکۃ سلطان عالمگیر

اے ۷/۷ عظیم پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰

جملہ حقوق طباعت بتمام وکمال بنام الرحیم الیڈی محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کیجا سکتی ہے۔

نام کتاب اکابر صحابہؓ اور شہدائے کربلاؑ پر افتراء

مصنف محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

ناشر ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غففر

نوس ویدیو الرحیم الیڈی 7/ A7 اکرام آباد اعظم نگر

لیاقت آباد کراچی = 75900 ٹیلیفون = 4913916

مطبع قریبی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

طبع چہارم ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۳ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- | | |
|---|--|
| ✽ اسلامی کتب خانہ علامہ سوری ٹاؤن کراچی | ✽ مکتبہ مجیدیہ ملتان |
| ✽ درخواستی کتب خانہ سوری ٹاؤن کراچی | ✽ مکتبہ تبلیغ اصلاح حیدر آباد سندھ |
| ✽ مکتبہ سوریہ علامہ سوری ٹاؤن کراچی | ✽ امداد اللہ الیڈی حیدر آباد سندھ |
| ✽ مکتبہ قاسمیہ علامہ سوری ٹاؤن کراچی | ✽ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور |
| ✽ مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی | ✽ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور |
| ✽ عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ کراچی | ✽ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان |
| ✽ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی | ✽ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ بلوچستان |

فرہست مضامین

- ۷ عرض ناشرین
- ۱۶ حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قننہ عظیم
- ۱۶ ملاحدہ باطنیہ
- ۱۷ شیعہ اثنا عشریہ
- ۱۸ مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف
- ۱۸ مجلس کا شائع کردہ پہلا کتابچہ
- ۱۸ اکابر صحابہؓ پر تہمت طرازیوں
- ۱۹ کتابچہ کے اقتباسات
- ۲۰ قیامت صغریٰ
- ۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افتراء
- ۲۱ حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیر پر افتراء
- ۲۱ مردان کی مداحی
- ۲۲ ناصبیوں نے "مختار طعن و تشنیع"
- ۲۲ حضرت علیؓ کی خلافت پر طعن و تشنیع
- ۲۳ بنو ہاشم پر افتراء
- ۲۴ حضرت عمار پر افتراء
- ۲۵ خود ساختہ سازش
- ۲۶ شہادت فاروق اعظمؓ کے متعلق غلط بیانی
- ۲۶ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کا گھناؤنا کردار پیش کرنا
- ۲۷ فاروق اعظمؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر

- ۲۸ ✽ کتابچہ کی مفترأت پر بحث کا آغاز
- ۲۸ ✽ عہد رسالت اور عہد شخصین پر طعن
- ۲۸ ✽ حضرت علیؓ پر افتر اپروازیوں کے جوابات
- ۲۹ ✽ اکابر صحابہؓ پر الزام تراشیوں کا جوابات
- ۳۲ ✽ دفاع عثمانؓ میں حضرت حسنؓ اور دیگر اکابر کا زخمی ہونا
- ۳۳ ✽ محمدؐ بن ابوبکرؓ کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ
- ۳۴ ✽ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کے واقعہ کی حقیقت
- ۳۸ ✽ بنی ہاشم کی طرف حضرت عثمانؓ کا مال و اسباب لوٹنے کی تردید
- ۳۹ ✽ حضرت علیؓ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار
- ۴۰ ✽ کتابچہ کے فرضی، آمخذ کی تفصیل
- ۴۱ ✽ شجاعت مروان کا دلچسپ افسانہ
- ۴۱ ✽ کتب اہل سنت میں مروان کے عزازات
- ۴۳ ✽ محاصرہ حضرت عثمانؓ کا اصل سبب مروان تھا
- ۴۳ ✽ ناصبوں کے پختن
- ۴۴ ✽ صحابی رسول ﷺ و بن جحش پر قتل عثمانؓ کا علیہ الزام
- ۴۴ ✽ حضرت عثمانؓ کے قتل میں اسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں
- ۴۵ ✽ مجلس عثمانؓ غمی کی ”تک بندی“
- ۴۸ ✽ اکابر صحابہؓ گویہودی ٹھیرانا
- ۴۸ ✽ اس کتابچہ کی تلخیص
- ۴۹ ✽ تلخیص اور اصل کا فرق
- ۴۹ ✽ تاریخی تضاد

- ۵۰ ❁ ”سید الشہداء“ اور ”امام مظلوم“
- ۵۰ ❁ حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار
- ۵۱ ❁ نادانوں کا روافض کی ضد میں صحابہؓ کی توہین کرنا
- ۵۱ ❁ روافض و نواصب کا توہین صحابہؓ میں ایک حکم
- ۵۲ ❁ مجلس عثمان غنی کا روافض کی لے میں لے ملانا
- ۵۲ ❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام سے نکالنے کی کوشش
- ۵۳ ❁ دور حاضر کے ملحدین کا طریقہ کار
- ۵۳ ❁ دوبارہ غور کی دعوت
- ❁ صحابہ کرامؓ کے بارے میں عقائد اہل سنت کی تفصیل
- ۵۴ ❁ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قلم سے
- ۵۷ ❁ نواصب کون ہیں
- ۵۷ ❁ نواصب کا خاتمہ
- ۵۹ ❁ برصغیر میں ناصیت کی توجہ
- ۵۹ ❁ مجلس عثمان غنی کا تعارف اور یہ امام
- ۶۱ ❁ خود ساختہ ”داستان کر بلا“
- ۶۸ ❁ اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تنقیح
- ۷۶ ❁ داستان گو کی حساب دانی
- ۷۷ ❁ دوسری جھوٹ کی تنقیح
- ۸۶ ❁ تیسرے جھوٹ کی تنقیح
- ۹۴ ❁ ظلم کا انجام
- ۹۷ ❁ امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

- ۹۸ داستان گو کا حضرت زبیرؓ پر افتراء
- ۱۰۶ یزید کی برأت کے سلسلے میں داستان سراہی
- ۱۰۷ خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ
- ۱۰۸ یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہ
- ۱۱۰ بنی ہاشم پر افتراء
- ۱۱۶ حضرت حسینؓ کے بارے میں افسانہ تراشی
- ۱۱۹ حضرت حسینؓ کو مطعون کرنا
- ۱۲۵ کتاب کا غلط حوالہ
- ۱۲۶ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت سلیمان بن صہبہؓ پر طعن
- ۱۲۹ داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر
- ۱۳۱ حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر و توہین
- ۱۳۲ ایک نئی دریافت
- ۱۳۳ حضرت حسن کے بارے میں داستان سراہی
- ۱۳۶ حضرت حسینؓ کی تحقیق
- ۱۳۸ قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضروری تحقیق
- ۱۴۳ شیعہ مخلصین کو مل ہیں
- ۱۵۱ حضرت حسینؓ کے بارے میں افتراء پر دازی
- جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ
- ۱۵۲
- ۱۵۳ نواصبِ تقیہ سے باز آئیں
- ۱۵۵ یزید کے کربوت حدیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہل سنت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اندرونِ حق ”حب صحابہ“ اور ”رؤیتہم“ کا لبیل لگا کر کیدانِ ہانت مذہبِ اہل سنت کا تحریف شدہ ”جدیڈ ایڈیشن“ تیار کیا جا رہا ہے ”خلافتِ راشدہ“ جیسی دینی اصطلاحات جس کا خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف سے مفہوم و مصداق بالکل متعین ہے۔ اس کی اصل دینی حدود کو وسیع کر کے وزن و بے وزن بنایا جا رہا ہے، حضراتِ شہرہ مشرور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلے میں ”یرمد“ و ”مدان“ کو اعلیٰ اسرت کا حامل، یکسر محاسن، خادِمِ دین و ملت اور فہم و مخاص باور کرایا جا رہا ہے۔ اور حقیقت صد حقیق کہ یہ نئی تبدیلی اور خطرناک سازش خود چند نام نہاد اہل سنت افراد ہی کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔

جن پہ تمکیم تھا وہی پتے چھوڑ دینے لگے

چنانچہ نئی الوقت ملک کے طول، عرض میں غیر محدود طور پر ”ناصبیت“ کو فروغ دینے کی کوشش جاری ہے۔ ”ناصبیت“ نے ”رفض“ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو اس کا قدرتی ردِ علی تھا۔ صحابہ کے مقابلے میں ”رفض“ و ”نواصب“ آپس میں ایک دوسرے کے خورد و کلاں بھائی بھائی ہیں، البتہ رفض بڑے بھائی ہیں اور ناصبی چھوٹے بھائی۔

ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے ذریعہ کرنا عقلمندی نہیں نادانی ہے یہ خالص سہمی اور ہلاکت کا سود ہے۔ لہذا رفض کا علاج ناصبیت کے کرنا خود رفض کو اپنا نا اور بائی مذہب شیعہ عہدِ الشریعہ سب سے بددی کی روح کو شاد کرنا ہے۔ اب ذرا موجودہ دور کے ناصبیوں کی اس افتراء پر دازی پر غور فرمائیں کہ ”جملہ صحابہ کرام کے سردار حضرات خلفاء راشدین

ایک دوسرے کے حریف، اقتدار پسند اور طالب جاہ و شہرت تھے۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے منتظر بیٹھے گھر یاں گن رہے تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر کو تہ تیغ کرانے میں کوشاں رہے۔ حالانکہ آپ فاروق اعظم کے مشیر خصوصی ہی نہیں بلکہ اس درجہ ان کے گرویدہ و عقیدہ مند تھے کہ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو بے تابانہ دست بدعا تھے کہ ”لے الہ العالین میرا اعمال نامہ بھی محض اپنے فضل سے روز قیامت ان ہمیشہ روشن و منور بنائے۔“ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

خیوالامۃ بعد نبیہا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس امت ابوبکر شہ عمر۔ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں اور پھر عمر۔ غور فرمائیے ”حب صحابہ“ اور ”رد شیعہ“ حضرت فاروق اعظم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باہم مشیر و شکر بادور کرانے میں بھڑپے جو کرام واقعی ہے۔ یا ان کو باہم ایک دوسرے کا حریف و معاند ثابت کرنے میں جیسا کہ شیعوں اور اس دور کے ناصبیوں کا دعویٰ ہے اور جو سراسر افتراء اور خلاف واقعہ ہے۔ افسوس ہے کہ بانیان ”مجلس عثمان غنی“ اس کھلی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ اور افتراء پر دازی و بہتان طرازی میں لگے شیعوں کی نقل انارنے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

دراصل شیعان علی اور بانیان ”مجلس عثمان غنی“ یعنی شیعان عثمان دونوں کا منصوبہ صحابہ میں تفریق و عناد کو ہوا دینا ہے اصل مقصد میں دونوں شریک ہیں۔ صرف شخصیتوں کو مجروح کرنے میں فرق ہے۔ روا فضی خلفاء ثلاثہ کے دشمن ہیں اور بانیان مجلس قواصب، شیعہ امویہ علی و حسنین اور ان صحابہ کے جو امیر معاویہ کے مقابلہ میں حضرت مرتضیٰ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین کو واجب الامتہ ام

اور اپنا قائد مانتے ہیں خواہ وہ انصار و مہاجرین و عشرہ مبشرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حد ہو گئی باتیاں مجلس کی رو سیاہی کی کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قہمت لگالنے میں بھی بنی ہاشم اور حضرت علی مرتضیٰ کو ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے انتقام لے تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا قہمت عائشہ میں بھی جس سے زمین و آسمان کانپ اٹھے علی حصہ دار ہیں۔ اور اگر براہ راست خود حصہ دار نہیں تو مفتری کے خاندان بنی ہاشم سے تو وابستہ ہیں ہی۔ لہذا جرم ثابت۔ گویا خاندان بنی ہاشم سے ہونا خود ایک ناقابل معافی جرم اور خطا، عظیم اور شیعیت ہے۔ حضرات علی و حسین و طلحہ و زبیر جیسے اکابر صحابہ کے بارے میں جو کھتاؤ فی اور من گھڑت کہانیاں ”مجلس عثمان غنی“ کے شائع کردہ اس پہلے کتابچہ میں درج ہیں اس سے ناظرین ان بد باطن تائیدوں کے دلی کھوٹ اور زنیغ و الحاد کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ مجلس سے شائع کردہ تمام کتابچوں کا یہی حال ہے کہ چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر زہر کی گولیاں دی جا رہی ہیں۔ جن کے بیڑھنے اور صحیح یا ور کرنے سے آدمی خاندان رسالت سے بدظن۔ اکابر صحابہ سے بد عقیدہ اور ایمان کی جلالت سے محروم ہو جاتا۔ اخیر میں ہم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے شکر گزار ہیں کہ مولانا موصوف نے ہماری تحریک پر اس فتنہ کے قلع و قمع کے لئے قلم اٹھایا۔ اور یہ قیمتی مقالہ لکھ کر اس مجلس کے دھل و فریب کا پردہ چاک کیا جو اہل اللہ عنایت و عن سائر المسلمین نے۔

ترجمان اجداد

علی مطہر نقوی (رامروہی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلياً و مسلماً اابد

عرض ناشر

بندہ مومن کی طبیعت ساری ہی برائیوں کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ مگر کذب اور خیانت کی طرف اس کا میلان نہیں ہوا کرتا، تصدیق اور ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صدق و امانت اس کی فطرت میں داخل ہو۔ اور کذب اور خیانت سے اس کو طبیعتاً نفرت ہو۔ جھوٹ بولنا، دغا بازی یہ منافق کا شیوہ ہے مسلمان کا نہیں۔

”رفض“ اور ”ناعصیت“ یہ دو ایسی بدعتیں ہیں جن کی بنیاد ہی کذب اور دروغ گوئی پر قائم ہے۔ غضب خدا کا تصور تو کیجئے ”رافضی“ اور ”ناعصبی“ یہ دونوں فرقے ”خیر امت“ کے افضل ترین افراد کے بارے میں جن کے جنتی ہونے کی زبان رسالت نے شہادت دی ہے اور جن کی ”سنا و صفت“ خود قرآن پاک میں جابجا مذکور ہے کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور کیسی کیسی افترا پردازی اور بہتان طرزی کرتے ہیں۔ رافضی، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان ذی النہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ :- الیاذ باللہ ان سے بیعت کر کے والے مسلمان نہیں منافقین تھے انہوں نے ہی امویا خلیفہ اور امام بنایا تھا اور ان تینوں حضرات نے تحت خلافت پروردگاری نبی کریمؐ جہاد کیا اور نہ

خلافتِ تودر اصل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ یہ لوگ ان حضراتِ ثلاثہ اہل ان سے بنو ثنی بیعت کرنے والے تمام اصحاب کرام کو سرے سے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان سب کو منافق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس جھوٹ کو سچ باور کرنے سے بچائے آمین۔

اسی طرح ”ناصبی“ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں ان کو سبائیوں نے امام بنایا تھا انھوں نے ہی ان سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ کیا اور دوسروں سے بھی زبردستی ان کی خلافت کی بیعت لی۔ یاد رہے سبائیوں کا سربراہ عبد اللہ بن سبا، ایک یہودی منافق تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے نظامِ اسلام کا دم بھرتا تھا۔ ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کا دور حکمرانی ہنگامہ پروردی اور فتنہ و فساد کا دور تھا جس میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ادزائی تھی، خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دوبارہ اس وقت شروع ہوا جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا، ان کا بیٹا یزید بھی خلیفہ راشد تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبائیوں کے درغلانے میں آکر خلیفہ برحق یزید کے خلاف بغاوت کر دی۔ آخر اپنے کئے کی منزا کو پہنچے، حرہ میں جن صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قتل عام ہوا وہ بھی سب باغی تھے جو یزیدی فوج کے ہاتھوں اپنے کفر کو دار کو پہنچے، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بقول

ان ناصبیوں کے خلیفہ راشد یزید علیہ ما علیہ کے "محمد بنی الحرم" یعنی حرم الہی میں ایجاد کے داعی تھے اس لیے مجبوراً یزید کو فوج بھیج کر حرم کعبہ کا محاصرہ کرنا پڑا، غرض ان ناصبیوں کے نزدیک یزید کے سب اقدام برحق تھے اور اس کے خلاف جس نے بھی صدا ئے حق بلند کی وہ حق پر نہ تھا۔

اسلامی تاریخ چونکہ ان جھوٹوں کا ساتھ نہیں دیتی اس لیے ان کو اب خود تاریخ گڑھنی پڑ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس دجل و فریب اور کذب و دروغ کی ابتدا تو محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید "کلمہ کر کی مٹی لیکن بعد کو کیونسٹ ٹھٹھوں اور منکرین حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا شروع کر دیا، منکرین حدیث تو در اول یعنی صحابہ کی تاریخ کو بے اعتبار قرار دے کر حدیث و روایت سے اعتماد اٹھانے لگے ہیں اور کیونسٹ ٹھٹھوں کا مقصد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں اشتعال پیدا کر کے قتل و قتال کا ایسا بازار گرم کیا جائے کہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جس طرح کہ دشمنوں نے صوبائی تعصب کو ہوادے کر مشرقی پاکستان میں کیا تھا۔

اس وقت ناصبیت کے پرچار کے لیے کراچی اور پنجاب دونوں جگہ مسلسل کام ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں عربی مدارس بھی آ رہے ہیں، یونیورسٹی اور کالج کے شعبہ تاریخ کے اساتذہ بھی اور بعض عوامی واعظ بھی، اس فتنہ کی زد میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عربی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اصل عربی مآخذوں سے رجوع نہیں کرتے تاکہ جھوٹ سچ معلوم ہو کر اصل حقیقت سامنے آجائے۔

اسی جھوٹے پرچار کا ایک ادارہ "مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام سے کراچی میں قائم ہے جو آٹے دن کوئی نہ کوئی کتابچہ چھاپ کر مسلمانوں میں شائع کرتا رہتا ہے جس کو پڑھ کر سادہ لوح عوام گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس مجلس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر جس کا نام ہے "حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کیوں اور کیسے؟" مفصل تنقید اکابر صحابہؓ پر بہتان کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پیش نظر کتاب "شہدائے کربلا پر افتراء" مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا علمی و تحقیقی جائزہ ہے جس کا نام ہے "داستان کربلا خاتون کے آئینے میں" ان دونوں کتابچوں کے مرتب مجلس مذکور کے مشہور داستان گو ڈاکٹر احمد حسین کمال ہیں جو کسی زمانے میں "جمیہ علماء اسلام" کے ہفت روزہ جریدہ ترجمان اسلام کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اسی مجلس کا پانچواں کتابچہ "عادتہ کربلا" کے نام سے مکرر طبع ہو چکا ہے۔ جس کا طرزِ بیاں "داستان کربلا" سے بھی زیادہ زہر لایا اور گستاخانہ ہے اور اس میں خوب دل کھول کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر چوٹیں کی گئی ہیں ایک سلطان کیلے جو صحابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے واقف ہو صبر و تحمل کے ساتھ اس کا بڑھنا بھی دشوار ہے اور اس کے مطابق سے جو ذہنی اذیت اور کوفت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو اس کے باوجود مولوی محمد اسحاق صدیقی سند بلوی کی اس کند بچہ کے بارے میں یہ فہمائش ہے کہ یہ "مولانا ابوالحسن محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ "عادتہ کربلا"

لے پہلے یہ تنقید "نامی سازش" کے نام سے طبع ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے، مثلاً اللہ بہت مفید اور نافع ہے
اہل سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی دروغ
بافیوں نے جو طلسم تیار کیا ہے وہ شکست ہو اور ان کی آنکھیں
کھلیں فقط

احقر محمد اسحاق صدیقی رضا اللہ عنہ
۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ - ۹ مارچ ۱۹۷۵ء

”حادثہ کر بلا“ اسی ”داستان کر بلا“ کا خلاصہ ہے اور اسی جھوٹ
کو اس میں بھی مزید لے کر دوہرایا گیا ہے اور سند کے لیے پھر مجلس ہی
کے ”داستان کو“ کا نام بایں الفاظ پیش کر دیا ہے۔

”برصغیر کے معروف اہل قلم، تاریخ آسکار ڈاکٹر

احمد حسین کمال کہتے ہیں (ص ۱۵ طبع اول و ص ۱۷ طبع ثانی)

”حادثہ کر بلا“ طبع اول پر مولوی محمد اسحاق صدیقی سند بیوی کے ارشاد
گرامی کے بعد ”پیش لفظ ڈاکٹر احمد حسین کمال کے قلم سے شائع ہوا ہے
جس میں مجلس کے داستان کو صاحب لے مرتب رسالہ کے گن گائے
ہیں۔ گویا وہی مضمون ہے :-

من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی گو

رسالہ ”شہد ار کر بلا پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ
ان دونوں کتابچوں کے زہر کا تریاق ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی
سے امید ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا اس پر حقیقت
حال آشکارا ہو جائے گی۔ اس رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

صاحب مظلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، ملک کا اعلیٰ طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

اس رسالہ کو لکھے ہوئے اگرچہ چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کی طباعت کی نوبت اب تک نہ آ سکی۔ پہلے اس مقالہ کو ایک مذہبی ماہنامہ میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ مدیر ماہنامہ نے کچھ عرصہ اس کو اپنے پاس اشاعت کے خیال سے رکھا مگر بعد کو مروان دیزید سے تعلق خاطر کی بنا پر اپنے دوستوں کے مشورہ پر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے۔ مسودہ واپس ہوا تو ایک ناشر صاحب نے مدت تک اس کو اپنے پاس دبا رکھا آخر خدا نخواستہ اس کی بڑی مشکل سے ان سے پر آمد ہوا اور حق تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔
امید ان خیر میں اس حقیر کی کوشش کی بدولت مصنف و ناشر اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین

ناظرین کرام سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اگر ان کو اس کے مضمون سے اتفاق ہو تو اس کی اشاعت و خرید میں سرگرمی دکھائیں تاکہ ”دردِ نا مصیبت“ کے کام کو آگے جاری رکھا جاسکے۔
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ناچینر

منظر لطیف عفی عنہ

بہارِ شنبہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

۱۶۸۳۲۲
لیج چہارم ۱۴۲۲ھ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فتنہ عظیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا
عدوان الا على الظالمين والصلاة والسلام
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى اله الطاهرين
واصحابه الطيبين

اما بعد۔ برصغیر پاک و ہند میں روافض کا وجود زمانہ قدیم سے ہے ایک زمانہ میں ملاحدہ باطنیہ نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملت کے بطل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کو کہ انھوں نے ملتان سے ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے باطنی شیعوں کا قلع قمع کیا تاہم ان قرامطہ ملاحدہ کی یادگار آغا خانی اور بہمان الدین کی جماعت سے وابستہ ”باطنی شیعہ“ اب بھی ہندو پاک کے مختلف شہروں میں جا بجا کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ملاحدہ باطنیہ بالاتفاق غیر مسلم ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو نفوذ باللہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور دین کے دشمن ہیں۔ قرآن و شریعت کو معطل کر دینے کا اپنے ائمہ کو حقدار سمجھتے ہیں چنانچہ آغا خانیوں نے تو آجکل دین و شریعت کو بالکل معطل کر ہی رکھا ہے۔

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدائے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ ”اثنا عشریہ“ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ اور وہ ”دکن“ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر انھیں کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبہ میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جز ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔ **لَيَغْظِيَهُمُ الْكُفَّارُ**۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر و ہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی ابد فریب کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچھائے ہیں۔

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ ثوبت یاں جا رہید کہ اس فتنہ پر دازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کراہنا مقصود ہے یہ مجلس کوہنگی کراچی میں حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے حمد مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۳۷۱ھ کو رنگی لا کر اپنی

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی وبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے رشہ رشہ شدہ نوبت بایں جا رسید کہ اس فتنہ پر دازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنی کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۲ اے ۱۵ کورنگی لاہور میں

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور تنگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ”ایران“ سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشری کے تعداد بڑھتی ہی رہی۔ ”آودھ“ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رافضی کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جزو ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے: لَيَغِيظُ بِهِمُ الْكُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر وہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح دو افضل حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی ابلہ فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچپائے ہیں۔

سے شائع ہوئی ہے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ لکھی ہے۔ مرتب کا نام احمد حسین کمال ہے اور پتہ جمعیتہ اکاویلی۔ سی ۱۵۳۔ کورنگی ۶ کراچی مرقوم ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں کیا گیا۔

لیکن اس کتابچہ کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طریقہ پر اہل کربلا کو کجا لائی یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس طرح رنگ آمیزی کر کے بیان کیا جائے کہ جس سے حضرت محدث کی شہادت کے اصل ذمہ دار تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرار پائیں اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان حضرت حسینؑ، حضرت طلحہؑ، حضرت زبیرؑ اور ان دونوں حضرات کے صاحبزادے محمد بن طلحہؑ اور عبداللہ بن زبیرؑ اور حضرت عمار بن یاسرؑ اور دیگر حضرات اہل مدینہ رضی اللہ عنہم (جمعین) کا کردار بھی اس بارے میں گھناؤنا نظر آئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صدیقؑ، چرطوفان باندھنے اور حضرت فاروقؑ عظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو مورد طعن و ملامت بنایا جائے اور اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ڈالی جائے۔ اب پہلے اس خود ساختہ افسانہ کو مختصراً مرتب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے پھر اس کے جھوٹ سچ کا خود ہی فیصلہ فرمائیے۔ مرتب کے الفاظ ہیں۔

قیامت صغریٰ

مدینہ کے ایک نرودہ کی حوصلہ افزائی پا کر کونہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل، شریکوں اور باغیوں کا گروہ اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا... حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا... شہر مدینہ کا رابطہ دوسرے شہروں سے کاٹ دیا۔ مدینہ میں رہنے والے کا ہر حضرت علی وغیرہ خاموشی کے ساتھ بے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے... اہل مدینہ کی بے وفائی و بے حسی سے کبیدہ خاطر ہو کر... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچتی بچاتی کہ معظمہ تشریف لے گئیں تاکہ مدینہ کے انور تک حالات سے... حج کے موقع پر آئے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطلع کر دیں کہ مدینہ میں کوئی قیامت صغریٰ برپا ہو رہی ہے باغیوں نے یہ محسوس کر کے کہ... حج پر آئے ہوئے مسلمان... کہ معظمہ سے مدینہ منورہ اگر ان باغیوں کی سرکوبی نہ کر دیں... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے، مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین

اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ شامل تھے۔ دروازے میں جو نہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے، حضرت عثمانؓ کے داماد اور کاتب مرن تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روکیں، باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا، ابن ابی بناریؓ نے آگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام سہم کر دیا، مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت ادیس کے مکان میں بند کر دیا۔ اور آس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کود کر کسی شری پسند حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ ان شری پسندوں کی قیادت حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ محمد بن ابی بکرؓ کر رہا تھا، اس محمد نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر پیکان سے ضرب لگائی اور دائرہ پکڑ کر کھینچی اس کے ایک ساتھی کنانہ بن بشر نے کان کے پچھلے حصہ میں تیر مار کر حضرت عثمانؓ کے حلقے سے پار کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی غافقی نے لوسہ کی سلاخ سے حضرت عثمانؓ کا سر بچھاڑ دیا اور اس قرآن کو ٹھوکر مار کر دور بھینک دیا جسے حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تیسرا ساتھی عمرو بن حقؓ حضرت عثمانؓ کے

سینہ پر پتھر دھ کر بیٹھ گیا اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نو (۹) چر کے لگائے۔ اس کے چوتھے ساتھی سودان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک بھر نوچا کر کے حضرت عثمان کا چراغ حیات گل کر دیا۔ یہ تھے وہ "بیخ تن ہوجنھوں نے مسلمانوں کے نلیفہ" کو.... دن دھاڑے مدینہ میں بے رحمی کے ساتھ شہید کر ڈالا.... اس خونین حادثہ کے بعد تین دن تک حضرت عثمان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی رہی.... تین دن کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان رات کی تاریکی میں حضرت عثمان کے چند قریبی رشتہ دار مروان وغیرہ کوٹ کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر حضرت عثمان کی لاش ڈال کر قبرستان جنت البقیع کے ایک حصہ "حش کوکب" میں لائے زبیر ابوجہم بن حذیفہ، حسن، حکیم بن حزام، تیمار بن کریم سلمیٰ جنازے کے ہمراہ تھے۔ جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی میت کو دفن کر دیا۔

(از ص ۳۴ تا ص ۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت

باسمعی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور مدینہ میں جتنا فساد مچا چاہتے تھے کر چکے تو اب

انہیں اس اندیشہ اور خوف نے پریشان کر ڈالا کہ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے حج کے موقع پر خلیفہ کی امداد کے لئے ضرور اپیل کی ہوگی اور مسلمان ان کی اپیل پر لیک کہہ کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوڑ پڑیں گے اس احساس کے پیش نظر انہوں نے اپنی حفاظت کی راہ ڈھونڈنا شروع کی وہ سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت کر لیں اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ (ص ۱۰)

صفحہ ۱۰ پر ہی مؤلف نے ”شہادت عثمان غنی پر رنج و الم کے جذبات“ کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۱۶ تک مختلف حضرات کے مراثنی سے ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے مرثیہ کے سلسلہ میں کہے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے ان کے الفاظ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اے بنو ہاشم اپنے بھائی کے خون آلود ہتھیار واپس دیدو“
اس کا مال نہ لو لو یہ تمہیں جائز نہیں ہے۔

”بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو“ عثمان کے قاتل اور اس کا مال کوٹنے والے یکساں مجرم ہیں۔“ (ص ۱۵)

اور نائلہ بنت قرافصہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جو خط لکھا تھا اس میں تحریر تھا کہ

”مدینہ والوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر کے مکان میں ہر ہر چیز کا داخلہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پانی تک نہ آنے دیا۔“ (ص ۱۵) اور یہ بھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے (ص ۱۶) حضرت عثمان کے خلاف سازش اور شہادت

”لیکن صد ہزار افسوس کہ اسلام کے خلاف خاندان نبی ہاشم کے ایک فروانی لہب اور اس کی بیوی نے غنا دو سازشیں کلجیج بویا تھا اور جس پر قرآن حکیم نے سورہ ”تبت یداً“ میں ان دونوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔ وہ بیچ ایک پلو دے کی شکل میں مدینہ پہنچی اور پردان چڑھتا رہا اس کا پہلا نشانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت ابو بکر کی پیاری بیٹی اور امت کی محترم ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنائی گئیں۔ اور ان پر مخ لگوں سازشیوں نے تہمت عائد کی جس کی برائت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمائی۔ بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد نبی ہاشم نے ۶ ماہ تک ہنرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کیا۔ اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور

بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر اور پرزے بکالے اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی جس خلیفہ نے اسلامی مملکت کو بچا یا لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں اس خلیفہ کو دن دھاڑے دار الخلافۃ اور دارالرسالت شہر مدینہ میں بھوکا اور پیاسا تڑپا کر لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اکابر اور حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے نوجوان بنی ہاشم موجود تھے۔ کیا آسمان وزمین نے اس سے زیادہ دردناک کوئی اور منظر بھی دیکھا ہوگا؟ (ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)

مرتب نے حضرت عثمان کے کارناموں کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیا کہ خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا

اور پھر اس کے ذیل میں یہ کہانی لکھی ہے۔

”خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سازش کو ناکام بنانے کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی جس کے نتیجے میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت میں ایران کے وہ نو مسلم ملوث تھے جو جنگی قیدی کی

حیثیت سے مدینہ آئے۔۔۔ انھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں سے ربط و مضبوط بڑھایا ہرمزان نامی ایک ایرانی۔۔۔ کے گھر پر ایرانی نو مسلموں اور بنو ہاشم کے نوجوانوں کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا رہتا تھا اور ایک گروہ تشکیل پا گیا تھا ایک دن فجر کی نماز میں جبکہ ابھی کافی اندھیرا تھا اور حضرت عمر امامت فرما رہے تھے، اس گروہ کے ایک فرد فیر وز ابو لؤؤہ نے پیچھے سے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر پر پے در پے قاتلانہ وار کر ڈالے اور دوسرے کئی نمازیوں کو شہید و زخمی کر دیا۔ بعد کو خود بھی خود کشتی کر لی۔ اس شخص نے جس خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرفاتلانہ حملے کئے وہ ہرمزان کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش کے اصل محرک کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے مشقتیں ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا اور چند دوسرے سازشی بھی اس کی زد میں آ گئے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ۔۔۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔ بنو ہاشم اور حضرت علیؓ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کی شدید مخالفت

کی اور دوسرے تمام اصحاب رسول نے بھی اسے غلط قرار دیا۔ تاہم حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عمر کی طرف سے خود "دیت" ادا کر کے مقتول کے وارثین کے ساتھ صلح و صفائی کرادی لیکن بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے عبید اللہ بن عمر کے قتل کے بنائے پر اصرار جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر بیایغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہ ہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو "دیت" پر رہا کر دینے کا حضرت عثمان کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔" (ص ۲۱ تا ص ۲۲)

مؤلف کی نظر میں خلافت عثمانی کا اصل کارنامہ ہی اس سازش کا فرو کرنا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی دینی سیاسی اور تاریخی عظمت بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم لیکن حضرت عثمان نے خلیفہ ثانی حضرت عمر کی شہادت کے جس سازش منہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمر کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبے سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی تھی جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی۔" (ص ۳۸)

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ گورنگی کراچی کا پہلا کارنامہ اور بالکل نیا اکتشاف کہ امت اسلامی اب تک جو تاریخ پر پڑھتی تھی وہ سراسر غلط اور قطعاً جھوٹ ہے۔ حقیقت واقعہ وہ ہے جو اس ”مجلس“ کے ناساندے احمدیین کمال کو سوچھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں۔ (ص ۳۱)

ورنہ نعوذ باللہ عہد رسالت اور عہد صدیقی و عہد فاروقی میں تو کہیں ڈھونڈے سے بھی شہری آزادیوں کا دور دورہ نہ پتہ نہیں چلتا۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر جن لوگوں نے طوفان اٹھایا تھا اس کے کمر تادھر تا منافیین مدینہ نہیں بلکہ

خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لبب اور اس کی بیوی لے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا.... وہ بیج ایک پودے کی شکل میں مدینہ منورہ پہنچا اور پیروان چڑھتا رہا۔ اس کا پہلا نشانہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتائی گئیں اور ان پر مخالفوں اور سازشیوں نے تہمت عائد کی.... بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی“ (ص ۳۰ و ۳۱)

سمجھے آپ یہ افراد بنی ہاشم ”کہہ کر کس پر چوٹ کی اور اس گھناؤنے جرم کو کس مقدس ہستی کے دامن پر لگایا۔ تاریخ میں افراد بنی ہاشم میں سے

سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی فرد کے بارے میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اگرچہ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔ تاہم چونکہ چھ ماہ تک آپ بالکل خانہ نشین رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے نڈھال اور بے جان تھیں آپ ہر وقت ان کی تسلی و دلہی میں لگے رہتے یا جمع قرآن میں مصروف رہتے تھے اور اپنی ان مصروفیات کی بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ و حل میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے پر پھر تجدید بیعت فرمائی تھی لیکن مجلس عثمان غنی کا یہ یقین اتنی سی بات کو بڑھا کر اس کو نزاع خلافت کا مسئلہ بناتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اس کا سلسلہ افک عائنہ سے ملا کر ایک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ڈنڈا ابولہب اور عائشہ کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے مل جائے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ پر طوقان اٹھانے میں خاندان نبوت افراد بنی ہاشم میں سے کسی فرد کا ذرا سا بھی تعلق نہیں یہ سب اس کی من گھڑت ہے ۱۰ دوسری طرف اسی سازش کا سلسلہ درانداز کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا الزام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

سر ڈالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں۔

”بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا

کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر

بیعت نہیں کی اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک

گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔“ (ص ۳۲)

حالانکہ مدینہ میں ہرمزان یا اور دوسرے نو مسلموں کے آباد کرنے

میں نہ کسی کی کوئی سازش تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کسی سازش کے

تحت عمل میں آئی تھی مگر کتابچہ میں یہی تحریر ہے کہ

”اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ

میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔ اب جبکہ

نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی

تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے بربر بزرے نکالے اور حضرت

عثمان کے خلاف کل کر سامنے آ گئی۔“ (ص ۳۱)

حالانکہ تاریخ میں اس بات کا سرے سے کہیں وجود ہی نہیں ملتا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو سازش کی گئی تھی اس میں بنی ہاشم

کا کوئی فرد ملوث ہوا ہو۔ مگر مرتب کتابچہ کو اصرار ہے کہ

”مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پاکر کوفہ، بصرہ اور

مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد بمشعل شہ پسندوں اور باغیوں کا گروہ

اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا۔... حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا

محاصرہ کر لیا.... مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ وغیرہ خاموشی کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔“
(ص ۴۴)

”ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے ان میں حضرت علیؑ کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر شامل تھے۔“
(ص ۶)

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں ذرا کمی نہیں کی۔ وہ برابر اس سلسلہ میں سرگرم ہی رہے اور ان باغیوں کو فتنہ سامانیوں سے باز آنے کی ہر ہر فہمائش کرتے رہے۔ سب سے بڑی عجز و دیہانتی یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی سختی سے مانعیت تھی ایسی صورت حال میں مدینہ کے رہنے والے اکابر زبیرؓ کی فہمائش کے علاوہ اور کیا کرتے۔ تاہم مزید احتیاط کی غرض سے کہ کہیں یہ مظاہرہ۔ مظاہرہ کی حد سے آگے بڑھ کر کوئی ناگوار شکل اختیار نہ کرے ان حضرات اکابر نے اپنے اپنے تخت جگہ کو جن کے اسماء گرامی مرتب کے قلم سے بھی نکل گئے ہیں)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر متعین کر دیا۔ مظاہرین کی تیر اندازی سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے ان حضرات کی مدافعت کے سبب مظاہرین کو دروازے میں گھسنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ البتہ بعض شرپنڈ پڑوس کے مکان سے دیوار چھاند کر اوپر پہنچ گئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا۔ شور و غل میں جو لوگ دروازہ پر متعین تھے وہ بالا خانہ کی آواز سن سکے جو اوپر جا کر مدد کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس سانحہ بھانکنا کا علم ہوا تو آپ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے۔ آپ نے اس خیر خواست اثر کے سنے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خدایا میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر آپ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو جو لوگ حفاظت پر مامور تھے ان پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو مارا محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی سخت سزائیں دیں کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح رونما ہوا۔ ان حضرات نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے۔ قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے دیوار چھاند کر اندر داخل ہوئے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی لکھا جا رہا ہے کہ

”اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جو ان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر پیر زبیر کا لے

اور حضرت عثمان کے خلاف بھل کر سامنے آ گئی.... خلیفہ کو
دن دھاڑے.... مدینہ میں.... ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ
مدینہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر علیہ اکابر
اور حضرت حنینؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر علیہ
نوجوان بنی ہاشم موجود تھے! (ص ۳۱ و ۳۲)

مرتب کا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
خون ناحق کا داغ ان مقدس حضرات کے دامن پر لگ جائے۔ چنانچہ
اس نے اسی لئے قاتلین عثمان میں محمد بن ابی بکر کا تعارف حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی بجائے "حضرت علیؓ کا ایک سوتیلہ بیٹا اور
بہروردہ کہہ کر کرایا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں اتنا تو صحیح ہے کہ وہ
قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی دائرہ بھی پکڑی تھی، لیکن حضرت عثمان نے جب ان سے
فرمایا کہ برادر زادے اگر تمہارے باپ تمہاری اس حرکت کو دیکھتے تو
انہیں یہ بالکل پسند نہ آتی تو شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ انھوں
نے دوسرے لوگوں کو بھی قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب
معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو بے کمال اس فکر میں ہو کہ

لہ حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
کان میں پیکانوں سے وار کیا وہ آپ کے حلق میں اتر گئے حالانکہ صحیح یہ ہے
(بقیہ صفحہ ۳۴)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک ٹھہرائے (چنانچہ اسی غرض سے اس نے عبید اللہ بن عمر کی داستان مزے لے لے کر بیان کی ہے) اس سے کس امر میں سچ بولنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عبید اللہ بن عمر کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤہ نامی مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا، شہید کر ڈالا تو انھوں نے جوش انتقام سے بے تاب ہو کر قاتل کی کس لڑکی اور ہرمرزاں کو جو ایک نو مسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی ذمی تھا قتل کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔ صحابہ ہر چند ان کو منع

دلیقہ عاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ ایسا کسی اور نے کیا تھا۔ محمد بن ابی بکر تو اسی وقت شرمناک واپس لوٹ گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے اس ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے جس کی تمہارے باپ عزت کا کرتے تھے۔ بس اتنا سننا تھا کہ ان پر جہالت طاری ہو گئی اپنا منہ چپا کر واپس ہونے لگے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں اڑے بھی آئے لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ امر الہی پورا ہو کر رہا۔ نقد یہ میں یوں ہی لکھا تھا۔

ویروی ان محمد بن ابی بکر طعنة بمشاقص في اذنه حتى دخنه في حلقه و

الصحيح ان الذي فعل ذلك غيره، وانه استحيى رجم حين قال له عثمان لقد

اخذت بلحية كان الولد يكرهها فقدم من ذلك وعطى رجمه ورجع ورجعنا

حدثه فلم يقد، وكان امر الله قد راقم دوا وكان ذلك في الكتاب مسطوراً، ۱۸۵ طبع بیروت ۱۹۶۷

کہہ تے رہے لیکن ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے کو نہ آیا۔ آخر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بڑی خوشامد سے تلوار ان کے ہاتھ سے لی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حرکت پر ان کو سرزنش کی تو ان کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کو اسی روز حوالات میں بند کر دیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سر پر آئے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا خود حضرت عثمان اور عام مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم

لہذا حاکم بن حذافہ ابن اسود ج ۳ ص ۵۰ طبع بیروت ۱۳۷۷ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عبید اللہؓ کو حوالات میں بند کر دیا جائے تاکہ آپ کے بعد جو شخص خلیفہ ہو وہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر سکے۔

وقد كان من قبل امر بجمعته ليحكم فيه الخليفة من بعد (البدعي والنهاية ج ۶ ص ۱۳۸)
لہذا طبقات ابن سعدؒ میں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے وہیں میں یہ مشورہ دیا کہ وہ ہے مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک زبان ہو کر عبید اللہؓ کے قتل کر لیتے سلسلہ میں حضرت عثمان کی تائید کرتے لگے۔

فلما استخلف عثمان دعا المهاجرين والانصار فقال اشيدوا علي في قتل هذا الرجل الذي فتق في الدين ما فتق ،
فاتفق المهاجرون على كلمة واحدة يشايعون عثمان على قتله
(ج ۳ ص ۳۵۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات سے میں کچھ تخصیص نہیں مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے قصاص کی بجائے "دیت" پر معاملہ طے ہو کر قضیہ رفع دفع ہو گیا اور یہ بالکل غلط ہے جو اس کتابچہ میں درج ہے کہ

"جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔ (ص ۲۴)

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ

حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہؐ کے خاص صحابی حضرت عمرؓ کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا

لے حافظ ابن تیمیہؒ "منہاج السنہ" میں فرماتے ہیں

کاش مجھے (کہیں سے) یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو اتنی فرصت ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کرتے؟

یالیت شعری متی عزم علی علی قتل عبید اللہ، ومتی ممکن علی من قتل عبید اللہ

ومتی تقرع حتی ینظر فی امرہ (مکتبہ ج. ۳ طبع ۱۳۲۲ھ)

جاتا بنو ہاشم اور حضرت علیؑ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ

بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۳)

ہرمزان وغیرہ کے بدلہ میں عبید اللہ بن عمر کے قتل کا مطالبہ بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود مہاجرین و انصار کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ

”بجائے اس کے کہ.... حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے

اس سازش میں ملوث تمام افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ

کیا جاتا۔“

(ص ۲۳)

خود اس جھوٹ کی قلمی کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر واقعی کوئی سازش تھی اور بالفرض بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا مطالبہ کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انہ خود اس کی باقاعدہ تحقیق کرنا چاہیے تھی اور صحابہ کو بھی ان سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے تھا کہ اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کی جائے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق نہ کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقوعہ کے روند ہی اس کی تحقیق کرائی تھی کہ آپ پر حملہ کسی کی سازش کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ ”مجلس عثمان غنی“ لکھ

نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات پر اعتماد ہے اور نہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت کا فیصلہ تسلیم ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں“ بلکہ فرد جرم خود عبید اللہ بن عمر کے خلاف عائد کی گئی کہ انھوں نے اشتعال میں آکر خون ناحق کا ارتکاب کیا لہذا مقتول کی ”دیت“ ادا کی جاتی ہے یہ ہے اسلام کے قانون انصاف کا تقاضا جو باجماع صحابہ ہوا۔ دنیا میں ایسے انصاف کی مثالیں کم ملیں گی مگر اس ”مجلس“ پر انفسوس کہ جس نے اکابر صحابہ کرام پر افتراء پردازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی سرا سرا افتراء اور محض جھوٹ ہے جو ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے کہ

”بنی ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دید و اس کا مال نہ لوگو یہ تمہیں جائز نہیں ہے“ الخ (ص ۱۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب اور ہتھیار تو بڑی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تمام باغیوں کے مال و اسباب لوٹنے کو بھی منع فرمایا ہے اور فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول و عمل سے اس بارے میں استدلالی جاتی ہے کہ باغیوں کے مال و اسباب قطعاً تعزیر نہ کیا جائیگا اللہ تعالیٰ مفتاحوں کے شرعی مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

ظاہر ہے کہ جس ”مجلس“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس درجہ غیظ ہو کہ وہ ہرقسم کی جھوٹی تہمت حضرت محمد ص کے سر منڈھ دینے سے ذرا باک نہ کرے

اس کے نقیب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت موصوف کو خلیفہ برحق مانگا
محض عبث ہے اسی لئے اس کے الفاظ ہیں ۔

”باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں
کامیاب ہو گئے تو مدینہ میں جتنا فساد وہ کرنا چاہتے تھے
کر چکے تو.... رب کے رب حضرت علی کے گرد و پیش جمع
ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت
لیں۔ اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر
بیعت کریں۔ (ص ۱۰)

لیجئے قصہ ختم حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے بزور بتلئے ہوئے
خلیفہ اور امام تھے اہل مدینہ نے بھی مجبوراً ان سے بیعت کی۔ اہل لنتہ و
الجماعت خواہ مخواہ ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں کسی نے خوشی سے ان سے
بیعت ہی نہیں کی۔ یہ بات اب تیرہ سو پچاس برس کے بعد ”مجلس عثمانی“
نے اپنی پہلی سچی و کوشش سے ثابت کر دی جو

”حضرات صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے بارے میں
پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر
طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام
پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے
ساتھ ہے۔ (ص ۱۲)

اتنا سارا جھوٹ بولنے کے باوجود حقائق کا یہ عالم ہے کہ اس کتابچے کے ماخذ کی تفصیل

بھی دی ہے جو یہ ہے۔

قدیم مآخذ۔ الطبری، المسعودی، یعقوبی، ابن خلدون، اخبار الطوال ابوحنیفہ
دینوری، المہتید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ابو بکر محمد بن یحییٰ اشعری

جدید مآخذ۔ دائرۃ المعارف، مقالہ پروفیسر فتنی بک عظیم، ریاض النضرہ حب طبری،

المحاضرات استاد محمد حفصی بک۔ عثمان بن عفان محمد رضا مصری۔

لیکن جھوٹ کے پیر کہاں کیا مجال جو کسی ایک جگہ بھی کسی کتاب کا کوئی

حوالہ درج کیا ہو اور کتابوں سے مرتب کی واقفیت کا اندازہ تو اسی ایک بات
سے ہو سکتا ہے کہ وہ حب طبری کی کتاب الریاض النضرہ کو جدید مآخذ میں شمار کرتا ہے

چند دلائل اور اسرار سے دوزخ کے یکسخت چراغ دارد

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو، اس مجلس کی شرع سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

”مجلس عثمان غنی“ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے

بلے میں جو فساد تیار کر لیا ہے، اس فساد کی ترتیب میں اس کے مرتب جناب

احمد حسین کمال نے اہل کمال یہ دکھایا ہے کہ ان اکابر صحابہ پر تو جن کا شمار امت

کے نزدیک برگزیدہ ترین ہستیوں میں ہے خوب دل کھول کر ٹھخن و طعن کیا ہے۔

لیکن جس ذات شریف کی اشتعال انگیز حرکات سے یہ واقعہ حزن انگیز وقوع

پندہ ہوا اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

”محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی

دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمانؓ

واما داد اور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روکیں۔ باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا۔ ابن انبلیہ نے لگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انھیں دھکیل کر قاطعہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔“ (ص ۶۷)

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے مدفوع شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی، مگر قدرت کی اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جیسے زخم کھائے سب سے پہلے، حتیٰ کہ ان کی طرف سے چند بچے اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب ”مضروب العقا“ پڑ گیا اور ”خط باطل“ (جھوٹ کا دھماکا) کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا اور کیوں نہ ہو تا جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی جی بنائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا اور پھر کسی منصب والے نہ سنبھل سکا۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر مرتجع ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر ”البدایہ والنہایہ“ میں رقمطراز ہیں

دمودات کان اکبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا کیونکہ الاسیاب فی حصار اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ایک عشیات لاتہ سر در علی جعلی خط مہر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو جس کی گزشتہ برصغیر رسید کی گئی ہو۔

لسانہ کتباً الی مصر قتل کر دیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بقتل اولئک الوقف طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی
رج ۲ ص ۲۵۹) گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا تھا
اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

وکان کاتب الحکمیین یثیب مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی کا فیصلہ نہیں
ومنتحہ راسہ جرت قضیۃ تھا آپ کی حویلی کا قضیہ (جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی)
الدار و یسببہ حصہ عثمان بن اسی کے داماد چچا۔ اسی کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان
عقاز فیہا، رج ۸ ص ۲۵۰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حویلی میں محصور کیا گیا۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں۔
وکان کاتب ابن عثمان والیہ مروان اپنے برادر عمر او حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا
الخاتمہ فحانہ واجلیو ابیہ کاتب تھا۔ اسی کے پاس آپ کی مہر رہتی تھی۔
علی عثمان شہ نجیہ ہو۔ اس نے حضرت محمدؐ کے ساتھ خیانت کی۔ چنانچہ اس کے
رج ۳ ص ۳۱۲ طبع دار المعائن سبب مخالفین لوگوں کو حضرت عثمانؓ پر یہ حالے اور بھیجے
مصر) یہ خود کچ گیا۔

لفظ "نجین" اب اردو اب میں مقدس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ
کے سنے ہی ذہن ان پانچ مقدس ہستیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے
اسماء گرامی کو حضرت ابوسعید الخدری رحمہ اللہ نے جو کبار اولیاء میں سے ہیں اور
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے پیر طریقت ہیں اس دعا پر قطع
نظم فرما دیا ہے۔

یا رب محمد و علی و زہراء یا رب حسین و حسن آل عبا

از لطف بر آرحاجتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

مگر اس کتابچہ کے مرتب نے محض شیعوں کی ضد میں لفظ ”عہد نجات“ کا

استعمال ان پانچ افراد کے لئے کیا ہے جنہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عنه کا قاتل بتاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱) اور پھر ان ”ہی نجات“ کے زمزمیں

اس نے حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنه کا بھی نام لیا ہے جو آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ کے الفاظ ہیں۔

”اس محمد بن ابی بکر کا تیسرا ساتھی عمرو بن حق حضرت عثمان کے

سینہ پر چڑھ کر ٹیٹھ گیا، اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نوچہ کے ٹکڑے

حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنه کا تذکرہ ان تمام کتابوں میں مذکور ہے

جو صحابہ کے حالات میں مدون ہوئی ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی،

سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی وہ روایتیں موجود ہیں

جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد انھوں نے ہجرت کی تھی۔

علماء محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق میں کسی

صحابی کی شرکت ثابت نہیں چنانچہ علامہ عبد العلی بحر العلوم فرمائی محلی ”فوائح الرحمت

شرح مسلم الثبوت“ میں رقمطراز ہیں۔

أعلم أن قتل امیر المؤمنین عثمان | معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امیر المؤمنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکبر الکبائر | عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بہت بڑے کبیرہ

فانہ اما حق، وقد اخبر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم
بأنہ یقتل مظلوماً، وقد اتفی عمرہ
فی طاعة اللہ تعالیٰ در رسولہ صلی اللہ
والہ واصحابہ وسلم، ولحمید خلی الرحمن
الصحابۃ رضوان اللہ علیہم فو قتلہ
رضوان اللہ عنہ ولحمید رض بہ احد منہم
ایضاً بل جماعۃ من الفساق اجتمعوا
بہا لایرضوہ وعلو ما فعلوا، وانکر
الصحابۃ کلہم کما ورد فی الاحبار
الصالح، قالوا خلون فی القتل
او الراضون بہ فاسقون البتۃ
لکن لو یکن فیہم واحد من الصحابۃ
لما صرح بہ غیرو احد من اہل
الحدیث (ص ۲۲۲) طبع نو کثور لکھنؤ ۱۳۳۰ھ

گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ
برحق تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم نے پہلے ہی یہ خبر دیدی
تھی کہ یہ مظلوم قتل کئے جائیں گے۔ حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری زندگی
حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی طاعت میں بسر کی صحابہ
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے
کوئی ایک شخص بھی نہ تو ان کے قتل میں شریک تھا اور نہ
ان کے قتل ہو جانے پر براہمی بلکہ فاسقوں کی
ایک ٹولی نے چوروں کی طرح اکٹھا ہو کر یہ جو
کرنامہ کر ڈالا یہ صحابہ نے جیسا کہ صحیح روایت
میں آتا ہے اس فعل شنیع پر نکیر کی پس جو لوگ
بھی آپ کے قتل میں شریک ہوئے اس پر انہی ہونے
وہ سب یقیناً فاسق ہیں، لیکن یاد رہے

ان قاتلوں میں جیسا کہ بہت سے محدثین نے تصریح کی یہ صحابہ ہیں سے کوئی ایک نہ بھی شریک تھا
اس کتابچے کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر بھی مرقوم ہیں۔

چوں محافظ مصحف خدا است غنی دین است غنی و دین پناہ است غنی
سرداو تداو دست در دست است یهود حقا کہ بنائے لالہ است غنی
چونکہ شیعہ حضرات اپنی مجالس میں اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

شاہ ہست حسین! بادشاہ ہست حسین دین است حسین و دین پناہ است حسین
 سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
 اس لئے مجلس "عثمان غنی" نے بھی شیعوں کے مقابلہ میں یہ تک بندی کی ہے
 جو سراسر جہد باقی ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اگر "بنار لا الہ"
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت حسین رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر مجلس عثمان غنی کے اس ادعا
 اور شیعوں کے اس ادعا میں اصولاً فرق کیلئے؟ اور اگر شیعوں نے
 اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے تو "مجلس عثمان غنی" غلو سے کب غلی رہی؟
 پھر یہ امر بتی قابل غور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 منقبت میں یہ کہنا کہ

سرداد و نداد دست در دست یہود

کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتب رسالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے خلاف جو شور و شریک برپا ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اور بنو ہاشم کو ملوث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے "شہادت
 عثمان غنی پر رنج دالم کے جذبات" کے زیر عنوان مختلف مراثنی کا جو
 ترجمہ نقل کیا ہے اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کاش کوئی پرندہ بھی مجھے یہ خبر دیتا کہ یہ عثمان و علی کا

کیا قصہ رونما ہو گیا"

لہ حاشیہ صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ ہو۔

گویا مرتب کتابچہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی نزاع کا نتیجہ تھا اسی طرح ولید بن عقبہ کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ

”اے بنو ہاشم! اپنے بھانجے (عثمان) کے ہتھیار واپس کر دو، اس کا مال نہ لوٹو، یہ تمہیں جائز نہیں ہے، بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں“ (ص ۱۵)

معلوم ہوا مرتب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال اور ہتھیار لوٹنے والے سب بنو ہاشم تھے اور وہی قیادت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ بنو ہاشم کے سربراہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ نیز مرتب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نائلہ کا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ تصریح تھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عثمان بن یامر کر رہے تھے“ (معا)

اب مجلس عثمان غنیؓ یہ بتلائے کہ اس کے خیال میں محمد بن ابی بکر حضرت

دعا فی متعلقہ صفحہ گذشتہ) ملہ حالانکہ جس شعر کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر الحاقی ہے جس کو اہل شام نے محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس مرثیہ میں شامل کر دیا ہے (ملاحظہ ہو اس الغابہ از حافظ ابن الاثیر جہری ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کیا نفوذ باللہ یسب کے سب یہودی تھے؟ جو یہ کہا جا رہا ہے کہ

مروداد و نداد دست در دست یہود

اگر یہ سب حضرات "مجلس عثمان غنی" کے خیال میں یہودی تھے تو پھر یہ بتایا
جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیوں نہ کیا؟ کیا
اسلام میں یہود سے جہاد کی ممانعت ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
تو باوجود اپنے ہمراہیوں کی قلیل تعداد ہونے کے بڑی لشکر سے جہاد کیا
تھا جو اگر کافر تھے تو ظالم ضرور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
باوجود بااقتدار خلیفہ ہونے کے "مجلس عثمان غنی" کے مروجہ یہودیوں
کے خلاف جو اب یہودی نہیں بلکہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو چکے تھے۔ کیوں
جہاد نہ کیا! آخر مجلس مذکور گمراہی میں اس حد تک کیوں آگے بڑھ گئی؟
کیا شیعوں کا انتقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے خاندان اور متعلقین
واصحاب سے بھی لینا ضروری ہے۔ نعوذ باللہ من المضلال والاضلال۔

زیر نظر کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

"مجلس عثمان غنی" کو ایسا پسند آیا اور مرغوب خاطر ہوا کہ جلد ہی مجلس
اس کی تکمیل بھی "شہادت عثمان غنی" کے نام سے شائع کی، جو "افرشیار"
پرنٹنگ پریس کراچی میں طبع ہوئی ہے اور چھوٹی تقطیع کے سولہ صفحات
پر مشتمل ہے مگر اب کی بار اتنی ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے کہ تکمیل کے
وقت یہ کوشش کی ہے کہ اصل جھوٹ بولا جائے جس کو لوگ آسانی سے

بادکر سکیں۔ اور ایسے کھلم کھلا جھوٹ اور بہتان سے احتراز کیا جائے جس کو صحیح ماننے پر کسی بھلے مانس کا ضمیر تیار نہ ہو۔ اس تلخیص اور اصل میں بس فرق ہے تو اتنا ہی ہے۔ اصل کی طرح "تلخیص" میں بھی ان ہی مآخذ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اصل میں

”حضرت عثمان کی بیعت خلافت کی تاریخ نومبر ۳۵ھ مطابقت

ذی الحجہ ۲۳، ہجری دو شنبہ کے دن“ (ص ۲۱)

لکھی ہے مگر ”تلخیص“ کے سرورق پر تاریخ ”آغاز خلافت ۳۵ھ“ مرقوم ہے۔ دونوں تاریخوں میں جو کھلا تضاد ہے اس کا علاج غالباً ڈاکٹر صاحب کے ذہن رسا میں ہو گا۔

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ کی پہلی کوشش کا جائزہ جس کا اشتہار ”داستان کربلا“ کے ص ۲ پر ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

مجلس حضرت عثمان غنی کی اولین پیش کش

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تالیف ڈاکٹر احمد حسین کمال

”تاریخ اسلام کے اس المناک سانحہ شہداء امام مظلوم دادا رسول خلیفہ المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس درد انگیز اور سازشہ شہادت پر ایک محققانہ مقالہ جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق گم ہو کر رہ گیا۔ جس کے قصاص میں عقلیت برتے

پر برسوں خلافت کا نظام قائم رہا۔“

”سید الشہد“ اور ”امام مظلوم“ کے الفاظ شیعوں سے لئے گئے ہیں، حدیث میں ”سید الشہدار“ کے الفاظ حضرت مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اس اشتہار سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر ہی فائز نہ تھے کیونکہ

”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں غفلت برتنے پر بیرون خلافت کا قضاام دہم برہم رہا“

یہ اس مجلس کی پہلی کوشش ہے کہ جس سے آپ امراء و گماستے ہیں کہ یہ کیسی خطرناک کوشش ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے کی جا رہی ہے اور پھر صحابہ ہی کے نام پر کی جا رہی ہے اور سنی بن کر کی جا رہی ہے۔ ہر در و منہ حساس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس غریب کا پردہ چاک کرے۔ دینی جراند اور مجلات کے مدیروں اور دیگر اہل سنت ارباب قلم کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ اور قبل اس کے کہ یہ فتنہ عوام میں جڑ پکڑ کر برگ و بار لائے اس کا قلع قمع ہونا چاہیئے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض نادان مسلمان روافض کے رب شتم اور تیرا بازی سے تنگ آکر جواباً ان ہی کی روش اختیار کرنا چاہتے ہیں، روافض اگر حضرات خلفاء ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے

توان کا بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کیا جائے
حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیر کی جائے اور جن صحابہ کرام رضی
اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہ کر باغیوں سے
جہاد کیا ہے ان پر کیمچڑا چھالی جلانے۔ اب ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام تو
ان حضرات صحابہ کرام کے محاسن سے بھری ہوئی ہے پھر ان کے مطاعن
و مثالب کہاں سے لائے جائیں سو اس کے لئے ان نادانوں نے اپنے
پیش رو روافض کی تقلید میں جھوٹ پر کمر باندھی ہے، روافض حضرات
خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء کرتے ہیں، یہ
نواصب حضرت علی، حضرات حسنین اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
پر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں
تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ روافض سے کنارہ کش رہتے ہیں اور
صحابہ کرام کے بارے میں ان کی ایک نہیں سنتے اسی طرح ان نواصب
کی بھی کسی خرافات بردہ بیان نہ دیں۔ صحابہ کرام کی تنقیص اور تحقیر کا جہاں
کتاب تعلق ہے اس بارے میں نواصب اور روافض دونوں کا ایک ہی حکم ہے
دونوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنا
اور ان کی تحقیر کرنا درست نہیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
اور آپ کے جاں نثاروں اور اہل خاندان پر زبان درازی کتنی بری بات ہے
ان بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا سراسر فسق اور بیعت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ
سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے اور ان حضرات کی محبت اور عظمت

ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے آمین۔

"مجلس عثمان غنی" کی اس کوشش کو غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں یہ رفض ہی کی تائید ہے کیونکہ رافضی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مخالف تھے۔ انھوں نے ان تینوں میں سے کسی سے بھی اپنی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ دل سے ہمیشہ ان کے مخالف ہی رہے۔ اور ان تینوں کی خلافت کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ روافض چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلا فصل معصوم اور مفرض الطاعت مانتے ہیں اس لئے وہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ غاصب اور منافق سمجھتے ہیں۔

مگر حیف مجلس عثمان پر کہ اس نے بھی اس کتابچے کے ذریعہ یہی ثابت کیا ہے کہ ہاں واقعی جو کچھ وہ کہتے ہیں سچ بات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی اس کی سازش میں شریک تھے۔ اسی سازش کے نتیجہ میں آپؐ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی، اسی سازش نے ایران کے مقتوحین کا ایک گروہ پیش میں آباد کیا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید نہ کیا یہی سازش تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف مکمل کر سامنے آگئی اور آپ کو شہر مدینہ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خود ہی سوچئے کہ کوئی رافضی بھی اس کے زیادہ اور کیا کہے گا۔ فرق پس اتنا ہے کہ روافض اپنے زعم باطل کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کی بنا پر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے درپے ہیں اور "مجلس عثمان غنی" اپنے اقرار کے مطابق اس منوعہ سازش کا

ڈانڈ ابوہلب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے ملا کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سازش میں شریک قرار دیکر نعوذ باللہ آپ کو اسلام سے خارج قرار دینا چاہتی ہے۔ پھر اس خرافات کا نام جو سرا سر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ بجائے تبلیغ تحقیقات رکھ دیا کیا دنیا میں اس سے زیادہ ظلم اور بے حیائی کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ محققانہ مقالہ نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ موجودہ دور کے ملحدوں، کمونسٹوں اور منکرینِ حدیث نے اپنی پوری توانائیاں اس امر پر صرف کر رکھی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اقدام یہی ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ہاتھ صاف کیا جائے اور مسلمانوں کا اعتماد اس پر سے اٹھایا جائے۔ تاریخ اسلام میں جو محبوب شخصیتیں ہیں ان کو مجروح کیا جائے ان کے کردار میں طرح طرح کے کیڑے نکالے جائیں اور جو شخصیتیں نفرت کا نشان رہی ہیں ان کی عظمت جھٹائی جائے۔ ان کی خوبیاں گننائی جائیں۔ اسی غرض سے یہ لوگ مروان اور یزید کے دیوانے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عیب بینی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا اقدام حدیث و سیرت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی من مانی تاویلیں کر کے دین متین کو مسخ کرنا ہے۔ یہ سب اقدامات بتدریج کئے جاتے ہیں اور اس طرح کئے جاتے ہیں کہ عام آدمی کا ذہن قوری طور پر اس سازش کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ شروع میں اس کو ایک اصلاحی اور تحقیقی کام سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ہوتی ہے جو بالآخر الحاد اور کفر دینی

پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ناپاک کوشش کو شروع ہی میں ناکام بنا دیں تاکہ اس کے برے اثرات سادہ لوح عوام کے ذہنوں پر مرتب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لمحدوں اور دہریہ بافوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین۔

مجلس کے شائع کردہ اس کتابچہ پر دوبارہ غور کیجئے۔ اول سے آخر تک پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صحابی کے بارے میں پھیلائی جانے والی کسی بدگمانی اور غلط بیانی کو زائل کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش کی گئی یا اس غلط ادعا کے برخلاف اس کتابچہ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اٹل سنت کے نژدہ یک امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افضل ترین فرد ہیں۔ الزام تراشی کی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جن کا شمار ”عشرہ مبشرہ“ میں ہے یعنی ان دس حضرات میں جن کو جیتے جی زبان رسالت سے جلتی ہوئے کامرودہ ملا تھا۔ اور حضرات حسین رضی اللہ عنہما پر جو اثنان جنّت کے سردار ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن طلحہ رحمہ اللہ پر طعن و طنز ہے۔ اور اس کے بعد سوچئے کہ یہ مجلس ان حضرات پر طعن و تشنیع کے ذریعہ اسلام کی کون سی قدسیت انجام دینا چاہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ”تفہیمات الہیہ“ میں عقائد اہل السنۃ والجماعہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں

حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل حق جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں سپرد قلم فرمائی ہے

ونشهد بالجنة والخير
للعشرة المبشرة، وناطمة
وخذيجة وعائشة والحسن
والحسين رضي الله عنهم
ونوقرهم ونعترف
بعظم محملهم في الاسلام
وكن لا اهل بداه
اهل بيعة الرضوان
وابوبكر الصديق امام
حق بعد رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم
عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم

اور ہم حضرات عشرہ مبشرہ، حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے حق اور برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ان کی توفیق کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح سے ان حضرات کے بارے میں بھی کہ جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر خلافت نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور اس کے بعد

۱۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان ذی النورین (۴) علی مرتضیٰ (۵) ابو عبیدہ بن الجراح (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) طلحہ بن عبید اللہ (۸) زبیر بن العوام (۹) سعد بن ابی وقاص (۱۰) سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی فارسی شاعر نے حسب ذیل قطع میں ان حضرات کے اسماء گرامی کو نظم کر دیا ہے۔

دہ یار بہشتی احمد فسطعی
سعدت وسعید و ابو عبیدہ
ابوبکر و عمر عثمان و علی
طلحہ سمیت و زبیر و عبد الرحمن

ثُمَّ تَمَّتِ الْخِلَافَةُ وَبَعْدَ مَا مَلَكَ
عُضُوقُ دَاوُدَ بَكْرٍ وَفِي اللَّهِ عِثَّةٌ
أَفْضَلُ لَنَا مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَمَّ...
وَتَكْفِ السُّتَاعِ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ
الْأَجْيَلِ وَهِيَ أُمَّتُنَا وَقَادَتُنَا
فِي الدِّينِ وَسَبَّحَ حَرَامٌ وَ
تَعْظِيمُهُمْ وَاجِبٌ (ج - ا ف ت ا)
طَبِيعٌ يَحْتَوِ شَيْئًا شَائِمٌ كَوَدَّ مَجْلِسُ أَلَمِي دَاهِيلِ

اللہ تعالیٰ ان تمام ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے کہ جو صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنا چاہتے
ہیں ساری امت محمدیہ کو بچائے آمین یا رب العالمین۔ وصلى الله تعالى
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

محترمہ صفہ الرشید نعمانی

۵ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

شہداء کربلا پر افترا

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

مولانا محمد عبدالرشید نعیمی مدظلہ

قلمساز

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن حسن

مؤتیس و مدیر

الرحیم کتب خانہ

اے ۶/۶، عظیم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰



الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان الا على
الظالمين، والصلوة والسلام على سيدنا محمد الصادق الامين
وعلى آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين - اما بعد :-

نواصب کون ہیں "نواصب" "ناصبیہ" اور "اہل نصب"

"تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے جنہوں نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل و اصحاب کے خلاف بغض و عداوت کا علم بلند کر رکھا
تھا چنانچہ علامہ زعفرانی "اساس البلاغہ" میں لکھتے ہیں۔

و ناصبت لفلان، عادیته ناصبا
ومنہ الناصبۃ والنواصب
داہل النصب الذین ینصبون لعلی
کرم اللہ وجہہ
ناصب لفلان کے معنی آتے ہیں میں نے
اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت
رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر "ناصبیہ" "نواصب"
اور "اہل نصب" کہتے ہیں۔

جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
تبری و بیزاری اور ان کو طرح طرح کے مطاعن سے ملعون کرنا ہے۔ بعینہی ہی طریقہ
نواصب کا خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔

لواصب کا خاتمہ | مشرق میں جب بنی عباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ان کا آخری حکمران مروان المہرق قتل

ہو گیا، تو اس کے قتل کے ساتھ ہی اس فرقہ لواصب کا بھی جس کو ”شیعہ مروانیہ“ و ”شیعہ امویہ“ اور ”شیعہ عثمانیہ“ بھی کہا جاتا ہے خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر دنیا ان کے ناپاک وجود سے جلد ہی پاک ہو گئی، چنانچہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقرئ بنی اپنی مشہور و معروف کتاب ”المخطوط والاثر فی مصر والقاهرة والنیل وما يتعلق بہا من الاہوار“ میں لکھتے ہیں۔

جب مروان المہرق بنی امیہ کا آخری تاجدار، قتل ہو گیا اور بنی امیہ کے ایام حکمرانی بنی عباس کے ہاتھوں ۳۲ ہجری میں ختم ہو گئے تو اصحاب مذہب مروانی کی چنگاری بھی بجھ گئی، یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی کو م اللہ تعالیٰ وجہ پر ہٹا اور سب کو شتم کیا کرتے تھے اور جب بنی عباس کا ظہور ہوا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے قتل سے خائف رہنے لگے اور ڈرتے رہتے کہ کہیں کسی کو ان کی اطلاع نہ ہو جائے، ہاں ایک چھوٹی سی جماعت جو ”واحیات“، ”مصر کے بالائی مغربی علاقہ وغیرہ کے اطراف میں تھی، وہ ایک مدت تک مروانی مذہب پر جمی رہی۔

فلما قتل مروان وانقضت ایام بنی امیہ بنی العباس فی سنة ثلاث وثلاثین ومائة خمدت جمرۃ اصحاب المذہب المروانی وہو الذین کافوا یسبلون علی بن ابی طالب ویترؤن منه، وصاروا منذ ظہر بنو العباس مخافون القتل ویخشون أن یطلع علیہم احدٌ الا طائفة کانت بناحیة الواحات وغیرہا، فانہم اقاموا علی مذہب المروانیۃ دہراً حتی فئوا ولحق بقیہ لہما الان بدیار مصر وجود البتۃ۔

(رج ۷ ص ۳۳۸، طبع لولا فی مصر ۱۲۳۸ھ)

بالآخر وہ بھی فنا ہو گئی اور اب دوبارہ مصر
میں ان کا سرے سے کوئی وجود ہی باقی
نہیں۔

اور برصغیر ہندو پاک تو ان کے وجود
نامنوع سے شروع ہی سے پاک چلا

برصغیر میں ناصیبت کی تحریک

آتا تھا، تا آنکہ حال میں محمود احمد عباسی امرہ ہوئی نے، خلافت معاویہؓ و یزیدؓ، لکھ کر
اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مہر جانے کے بعد کمیونسٹوں اور منکرین
حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر عباسی کے تبعین کی پٹیٹھوئی اور ان کو "ناصبیت"
کے شنی کو فروغ دینے پر لگا دیا، چنانچہ اب مختلف ناموں سے انھیں تا علم ہو گئی ہیں جن
کا کام ہی اہل سنت کو باوا اعتدال سے ہٹانا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک انجمن "مجلس
حضرت عثمان غنیؓ" کراچی ہے جس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر مکمل تنقید "ناصبی سازش"
کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اب یہ اس مجلس کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا
مختصر سا جائزہ ہے۔

یہ کتابچہ بھی چھوٹی تقطیع پتہ میں صفحات کا ہے جس کا نام ہے "داستان کربلا
حقائق کے آئینہ میں" اس کے مرتب بھی وہی "احمد حسین کمال" دسی ۱۵۵، کورنگی ٹ
کراچی ۱۳۱) ہیں، یہ سلسلہ مطبوعات "مجلس حضرت عثمان غنیؓ" کی دوسری کڑی ہے۔

مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف اور پروگرام
لیکن جائزہ لینے سے پہلے مجلس کا
تعارف اور پروگرام پڑھیے جو ان

انفاد میں پیش کیا گیا ہے۔

”مجلس حضرت عثمان غنی“ دراصل تطہیر تاریخ اور تصفیہ اذہان کی اسس تحریک کا نام ہے جس کے پیش نظر ان حضرات صحابہ کرام کے متعلق اغیار و اشتراء کے نامبارک ہاتھوں مرتب کردہ تاریخی اکاذیب و باطل کی اصلاح اور چھان بھٹک ہے، جنہوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے انقلابی پروگرام کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر قبول کیا اور پھرتی، من، دھن کا بازی لگا کر اطرافِ عالم میں اسے پھیلا دیا..... لیکن چونکہ اولین اہل قلم.....

عموماً اپنی عجمی اقوام میں سے ہوتے ہیں، جن کی شوکت و حکومت..... ان ہی مقدس صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں..... ہیروئہ خاک ہوئیں، بناریں، اصول ٹھنچے

کھروندہ اور جذبہ انتقام کو لٹاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر صد اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہؓ اور عین امت کے حسین کردار و حقیقی عہد و حال پر مضمرات و کمزبات کی گہری تہیں چھائی گئیں..... تاریخ

کا یہی وہ اہم گہر جی پیچیدہ موضوع ہے جسے انہیں تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ، ڈھونڈ کر حقیقی و انصاف، روایت و درایت کے جملہ حقوق کی رعایت رکھتے ہوئے مرتب کرنا اور مسلمان قوم کو اس پر غور و فکر اور پھر قبولی کی دعوت دینا۔ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے پیش نظر ہے.....

جو اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں دیکھنے کے خواہاں ہیں اور اسلام کا سچا دور رکھتے ہیں ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کی اس کوشش کو کامیاب بنائیں اور صداقت کے علمبردار بن کر دنیا و آخرت میں اپنا مقام بلند کریں۔ (داستان کربلا ص ۲۰ و ۲۱)

”مجلس حضرت عثمان غنی“ نے تطہیر تاریخ اور تصفیہ اذہان کی جو مجسم چلائی ہے

اس کا ایک نمونہ تو ”اکابر صحابہ پر بہتان“ میں گزرا، اب تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجلس نے جس طرح اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں پیش کیا یا درحقیقت اسے مسخ کیا ہے اس پر نظر ڈالیے !

اس کتابچہ کا نام ”داستانِ کربلا“ حقیقت میں اسمِ ہاسٹی ہے عربوں کے کاهنوں کی طرح ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر یہ داستان تیار کی گئی ہے۔ اردو ادب کے سب سے طویل افسانے ”داستانِ امیر حمزہ“ کی طویل و عریض اور ضخیم جلدیں اگر کسی کی نظر سے گزری ہیں اور اس نے نو شیریں نامہ، پرتو نامہ، کوچک نامہ، باختر، بالا باختر، امین نامہ، طلسم ہوش ربا، بقیہ طلسم ہوش ربا، صندلی نامہ، تورنج نامہ، لعل نامہ، طلسم خیالِ سکندری، طلسم نوخیز تجیدی، طلسم زعفرانی، زار سلیمانی وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے تو اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اس طویل داستان میں اتنا تو سچ ہے کہ اس افسانے کے ہیروز امیر حمزہ، عمر و بنی امیہ ضمری، صدیک رب، مالک اشتر، اندلس، ابن سدان، نوشیروان، ہند چہر، افراسیاب، زمر شاہ باختری وغیرہ کا تاریخی وجود تو بے شک تھا اور ان نامبر دگان میں سے سابق چار افراد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور بقیہ کچھ پانچ غم سے، لیکن ”داستانِ امیر حمزہ“ پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایک آدمہ احمق ایسا ہو جو اس داستان کو صحیح سمجھتا ہو اور اس جھوٹ کو سچ ہاور کرتا ہو، خود لکھنؤ کے شیعہ داستان گو، محمد حسین جاہ اور تصدق حسین قرنہ بھی جن کے قلم سے ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی طویل و ضخیم جلدیں نکلی ہیں، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی کوئی تاریخی حیثیت بھی ہے،

مگر آفرین ہے ”مجلس عثمان غنی“ کے ارکان اور اس مجلس کے ہیروز احمد حسین کمال پر جنہوں نے اپنے جی سے گڑ گڑ ”داستانِ کربلا“ لکھی اور اس پر بعد طعراق یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ دروغ بلکہ فروغ ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ داستان

”حقائق کے آئینہ“ میں سپرد قلم کی گئی ہے، یہ سچ ہے۔

إِذَا لَمْ تَسْتَعِجْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ، بے حیا باشس و ہرچہ خواہی کن۔
 ”بہیں عثمان غنی“ کے لیے تو واقعی یہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ کتابچہ لکھ کر لکھنؤ کے شیعہ داستان گویوں کو جھوٹ بولنے میں بھی مات کر دیا۔
 آفسیں باد بریں ہمت مردانہ تو

اب ذرا دل پکڑ کر اس داستان کو پڑھیے اور احمد حسین کمال نے داستان سرائی میں جو کمال دکھایا ہے اور افسانہ طرازی میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے۔

خود ساختہ ”داستان کربلا“

”داستان کربلا“ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بث اهل المواق الى الحسين الرسل والكتب يدعونہ اليهم
 فخرج متوجهاً اليهم في اهل بيته ومستين شخصاً من اهل
 الكوفة صحبة - (البداية والنهاية، جزء ثامن ص ۱۵۲)
 ۶۶ رجب سنہ ۶۰ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۸
 رجب سنہ ۶۱ ہجری کو امیر بنو ہاشم کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی شیعانِ شیعہ
 میں حضرت حسینؓ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے
 آئے، اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؓ
 مدینہ سے مکہ آکر مقیم ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کے پاس کیے بعد دیگرے
 قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے کہ آپ کو فخر تشریف لے
 آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا

جاتے ہیں۔

آپ نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے تایازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا، کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کے پیغامات اب بھی برابر آرہے تھے، حتیٰ کہ ساٹھ کوفیوں کا ایک وفد بیت سے خطوط لے کر آپ کے پاس پہنچا، شروع کی عبارت مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اہل عراق (کوفہ) نے حضرت حسین کے پاس متعدد پیغامیں اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپ کوفہ آجائیں، چنانچہ حضرت حسین اپنے اہل بیت کو لے کر ساٹھ کوفیوں کی مصیبت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔

منزل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حسین مکر سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک امیر نزید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶۷ھ جو چکے تھے اور امیر نزید کے ہاتھ پیرامو احمد اللہ بن زبیر اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے شام، عراق، مصر، اور عرب کے تمام مسلمان جمعیت کر چکے تھے۔ ان بیعت کو "الوہب" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۸۹۵ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

جب حضرت حسین اپنے قافلہ کے ساتھ زروڈ پہنچے تو وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی اطلاع سے آپ دل برداشتہ ہوئے اور واپس مکر چلا جانا چاہا، لیکن جو ساٹھ کوفی ساتھ تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیل کی بات امد تھی۔ آپ کی حیثیت دوسری ہے، کوفہ کے شیعان علی

آپ کا ساتھ ضرور دیں گے، موضع زُرُود، مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ پر ”۱۸ ویں“ منزل پر واقع ہے اور مکہ سے اس منزل تک کی مسافت ۴۵۹ عربی میل ہے، مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سابقہ جیسے وفائیوں، غداریوں کا احساس کر کے آپ اسی مقام پر رک گئے جو کوئی آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے وہ کوفہ چلنے پر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کو جب آپ کے موضع زُرُود میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورتحال معلوم کرنے کیلئے عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا..... ان دونوں نے حضرت حسین سے طاقات کی اور آپ کا ارادہ اور منصوبہ معلوم کیا، آپ نے فرمایا:-

میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آ رہا تھا، ان کے یہ سینگڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی بینامات لائے رہے، میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا تھا، ساٹھ کوئی جواب میرے ساتھ ہیں، مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آجائیں، اہل کوفہ بتیانی سے آپ کے منتظر ہیں، چنانچہ ان ساٹھ کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کر دیا، اس لیے اب، میرے سامنے بھی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام چلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں،

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنار بن زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسین کے ارادہ سے مطلع کر دیا، حبیب اللہ بن زیاد نے قبلت کہہ کر منطوقی دے دی اور ساتھ ہی اخیاطا عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ حضرت حسین کے قافلہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا، تاکہ جو کوئی حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسین کو کسی اور راستہ کی طرف نہ لے جائیں یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں، تاہم یہ دستہ حسینی قافلہ سے ذرا فاصلہ پر رہ کر چلا۔

مقام ”واقصہ“ سے حضرت حسینیؑ نے کوفہ جانے والی راہ چھوڑ دی اور اب ”انقریاء“ اور ”منشیہ“ کی منزلوں سے ہوتے ہوئے دمشق کی راہ پر چل پڑے، ۹ محرم کی شب کو ”الغزیب“ اور ”قصر مہاتل“ کی منزلیں طے کر کے آپ نے ”الطف“ کی سرسبز و شاداب زمین میں ”کربلت“ کے مقام پر چپاں پانی کے چار پختے بچتے ہیں، قیام فرمایا، اسی ”کربلت“ کو ”کرب وبلا“ کے معنی پہنانے کے لیے کربلا بنا دیا گیا۔ ”کربلت“ عربی میں مرطوب جگہ کو کہتے ہیں۔

یہ بھی داستانِ سرائی کا ایک جزو ہے مگر نا جیوں کے ”امام التاریخ العباسی حجت“ لکھتے ہیں: ”ارض الطیف کے قریہ عقر کی مضافاتی زمین“ کربلا کہلاتی تھی، جو درونِ لنگرہاں اور جھاڑ بھنگار سے صاف اور نرم و لطیف زمین تھی، نیز جو کتبہ مذکور کی فصل غلہ بچھوڑنے کے کام میں لائی جاتی تھی اور اسی بنا پر ”کربلا“ کہلاتی تھی، خلافتِ معاویہ و یزید میں ۲۰۵-۲۰۶ طبع چہارم (یا پہلے) تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں موضع ”کربلا“ کا تذکرہ کرتا ہے مگر ”کربلت“ نامی کسی مقام یا موضع کا ذکر نہیں ملتا۔ آخر وہ داستان ہی کیا جس میں جھوٹ نہ ہو۔

گرفتار دیا نئے فرات سے جس میں میل دُور اور کوفہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا جسے کہ آپ نے یہاں تک فرمایا،

”افسوس تمہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علیؓ کو دھوکہ دیا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسنؓ کو زخمی کیا اور مایوس بنایا اور میرے عم نادر بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ کا قتل کھادیا، سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے بڑا حق ہے۔“

(بخاری، ابی حنیفہ، طبری)

ناتشوں کو فی یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسینؓ کا ان کے قابو میں ناشکل ہے، لیکن ان سے جدا ہونا اپنی زیادتی گرفت میں پڑ جانا ہے جو اتنی جبرت ناک سزا دے کر رہے گا۔ اپنی زیادتی کا فوجی دستہ ساتھ لے کر اس لیے اپنی سب سے باہم صلاح و مشورہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان گیمپ میں ہنگامہ برپا کرنے اور قافلہ حسینی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے رات کی تاریکی میں بھاگ نکل جانے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ عصر کی نماز کے بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسینؓ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا، خیمہ میں شور برپا ہو گیا، کچھ عورتیں وغیرہ خیمہ سے باہر نکل آئے، کچھ لوگ دفاع

اور جوانی کا روانی کرنے لگے، اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز و شور و محافظ
دستے نے بھی سنی، مگر شمر اور عمر بن سعید کی کیمپ کی طرف دوڑے شام
کا جھٹکا ہو چکا تھا، ان سب نے اگرچہ تمام کوفیوں کو گھیر کر اور پکڑ کر
قتل کر ڈالا، ایک آدھری پہنچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن افسوس
اس دوران حضرت حسینؑ کی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے، ان کے صاحبزادے
علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے، حضرت حسن کے تین صاحبزادے
عبداللہ، قاسم، ابوبکر بھی قتل کر دیے گئے تھے، عبداللہ بن جعفر کے
لوٹ کے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے اور حضرت عقیل کے چاروں بڑے
جعفر، محمد، عبدالرحمن، عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے
یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حرث غازی علی کو
کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خاندان کے
ایکس افراد حضرت حسین سمیت شہید کیے جا چکے تھے، مگر ابھی کوفیوں
کو مارتے ہوئے ایک کوفی کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ یہ الٹا سا
مہر مہر بھری مطابق مارا کرتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے دل پریش آیا
بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سانحہ "اصغر کو" کہہ بلت کے بجائے
"نینوا" کے مقام پر پیش آیا۔ بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی
نعتوں کو اکٹھا کیا، ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ
دفن کر دیا، کوفیوں کی فاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ بلکہ دستہ بعض لوگوں
نے انھیں پال بھی کیا، تاکہ ہجرت کا سامان بن جائیں، خاندان علی کے

بچے کچے افراد خواتین کو کو ذرا آرام سے رکھا، جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کود میں بعض شیطان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات کی، اپنی بھدردیاں بتائیں، انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسین کے صاحبزادے زین العابدین نے جنھیں زخمی کر کے کوئی بھٹکتے تھے کہ مر چکے ہیں، مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے، اور اب کو ضرر ابھی زیادہ نہیں تھا، اور شمر ذی الجوشن کی سرپرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے فرمایا،

”اے خداوند! اسے مکاروں میں ہرگز تمہارے قریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہیں کروں گا۔“

خاندانی علی کے افراد کچھ عرصہ کو فیما بین ابھی زیادہ کے جہان رہے پھر پھر حفاظت اور آرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے، جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ زید کے محل میں قیام کیا، امیر زید کے اہل بیت جمعیت کی اور روایں اگر جو اہل بیت میں حسب سابق رہنے لگے۔

زید نے اپنے والد حضرت صادق کے طریقے کے مطابق حضرت حسین صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان کے شہادتیے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندہ بسر کرتے رہے۔

(از ص ۲ تا ص ۱۴)

یہ ہے ”مجلس حضرت عثمان غنی“ یعنی حال کے ”مذہب مروانی“ کے داستان گو احمد حسین کمال کی بنائی ہوئی داستان جو ابھی آپ کی نظر سے گزری اور جس میں اس امر

اس داستان کے پہلے جھوٹ کی شقیچہ

رضی اللہ عنہ کا قاتل ابی ساطح کو فیوں کو بتایا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت میں کہ سے چلے تھے اور راستہ بھر آپ کو درغلائے کی کوشش کرتے رہے، لیکن جب آپ ان کے درغلائے میں نہ آئے اور امیر نیرید کی بیعت کا مصمم ارادہ کر لیا تو یہ ساطحوں کوئی سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے قابو میں آنا مشکل ہے اس لیے سب کے سب ملاح و مشورہ کر کے عصر کی نماز کے بعد ایک دم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کرام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کئی افراد کو قتل کر ڈالا عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کا محافظہ دستہ جو کاروان اہل بیت کی حفاظت کے لیے کوفہ کی حکومت نے بھیجا تھا وہ بھی اس آفت ناگہانی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو نہ بچا سا مگر ان "شیعہ مروانیہ" "جلسی حضرت عثمان غنی" کے "امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی" کا جس کے لیے یہ ناصبی "رحمۃ اللہ" بھی لکھتے ہیں، یہ بیان ہے۔

۱۰۔ "جلسی حضرت عثمان غنی" اپنے سلسلہ اشاعت کے چھٹے نمبر پر جو کتابچہ "علی المرتضیٰ"

کے نام سے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۷۵ پر یہی الفاظ ہیں

"امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ"

ان کے علامہ ہونے کا تو راقم الحروف کو ذاتی تجربہ ہے، بارہا ملاقاتیں ہوئیں اور مجلس گفتگو پر تہہ چلا کہ جناب کی فارسی کی استعداد ہی ناقص ہے، عربی کا تو کیا ذکر اہل علم حضرات اگر ان کی تالیف "خلافتِ معاویہ و یزید" میں انھوں نے جو عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اس کا جائزہ لیں تو ان "علامہ صاحب" کی ساری علمی حیثیت جیاں ہو جائے گی اور ان کی شیخ الاسلامی کی شان معلوم کرنا ہو تو ان کے جاننے والے امرہ ہر کے بہت سے احباب

”امیر عید اللہ بن زیاد باغیان کو ذکی سرکوبی کی غرض سے جو کچھ کر رہے تھے وہ امن عامہ کے تحفظ کی خاطر امیر المؤمنین (یزید) کے احکام کی بجا آندی اور اپنے فرائض موقوفہ کی انجام دہی میں کر رہے تھے حضرت حسینؑ کی ذات یا آپ کے اہل خاندان سے انھیں کوئی ذاتی پرغاش تھی اور نہ بغض و عداوت۔۔۔۔

علامہ ابن ابی خود امیر المؤمنین (یزید) کے فرمان میں ان کو مرتجع ہدایت تھی کہ جنگ و جدل میں اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور اس وقت تک توار نہ اٹھائیں جب تک خود ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔

عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ کو قاتل حسینؑ کہا جاتا ہے، مادیوں کی بیانیات کا آزدانہ و غور خاندان پر تجربہ کیا جائے تو یہ قول بھی کذب و افتراء ہی ثابت ہو گا۔۔۔۔۔

حکومت کے یہ دونوں ذمہ دار افسر معاملہ کو بغیر خونریزی کے صلح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ابھی زندہ ہیں ان سے ان کی صوم و صلوة کی پابندی اور جمعہ و جماعت کے ہتھام کا حال معلوم فرمائیں نیز وہی اور قرآن کریم کے بارے میں جو وہ اظہار خیال فرماتے رہتے تھے اس کے بارے میں دریافت کریں وہ آپ کو ان کے الحاد و بلے دینی کی تفصیل بتائیں گے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کی جب نشر و اشاعت ہوئی تھی تو وہ چینی سفارت خانے میں طازم تھے اور احمد حسینؑ کمال کی جب یہ داستان شائع ہوئی تو وہ روسی سفارت خانہ میں طازم ہیں۔

داشتی سے نشانہا چاہتے تھے، دو قوتیں البتہ ان کے مساعی میں حاصل
اور مزاحم تھیں، ایک تو بردار ان مسلم ہی عقل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقتول
بھائی کا اتقام لے کر رہیں گے چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں بے
دینی چڑیں۔ دوسرے ان کوئی شبائوں کا دیہ تھا جو کوفہ سے کہ
گئے تھے اور مینی قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے اپنے شن کی ناکامی سے ان
کی پذیریشی حد درجہ خراب ہو چکی تھی وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے کہ
صلح و مصالحت نہ ہونے پائے، کیونکہ ان کے لیے اب کوئی اور صوت
مضر کی نہ تھی، کوفہ جاتے ہیں تو کیفر کمدار کو پہنچتے ہیں، وشتی کا رخ
کرتے ہیں، تو مستوجب تھ میرٹھ انھوں نے اپنے پیش رو سبائوں کی تعلیم
کر لی چاہی، جنھوں نے حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں
مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ شتعل کر دی تھی..... چنانچہ ان کو نیوں
کی ساری کوشش اب اس بات پر تھی، کہ حضرت حسینؑ اپنے سائبہ

لے عاسی صاحب کو ان کو فی شہداء کہیں لے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی نصرت میں اپنی جانیں شاد کر دیں۔ سبائی کہہ کر اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں اور
”بہس حضرت عثمانؓ غنی“ کا داستان گو خود انہی شہدار کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا قاتل قرار دینے کی فکر میں ہے۔

اے کیوں کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرنے کے بعد بھی
اپنے ساتھیوں کے لیے ایمان نہیں لے سکتے تھے؟ جس طرح کہ حضرت حسن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ میں یہ لے کر لیا تھا کہ صلح
کے بعد اہل عراق پر کوئی دارو گیر نہیں ہوگی۔

مؤقت پر قائم رہیں.....

حکومتِ وقت کے نمائندوں کو حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کے ان عزائم کا حال معلوم ہو کر کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلابِ حکومت کے بارے میں ان کا سارا پلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا، مگر تحریک و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے، ضروری سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی رائے دو ایندوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ مسئلہ کو آئینی توضیح دی گئی، یعنی عمر بن سعدؓ کی طاقتوں کے تجربہ میں حضرت حسینؓ کو جب آمادہ ہو گئے کہ امیر المومنینؓ سے بیعت کر لیں، ان سے مطالبہ ہوا کہ دمشق تشریف لے جانے سے پہلے ہی ان کے نمائندے کے ہاتھ پر بیعت کر ہی.....

حضرت حسینؓ نے اس طرح بیعت کرنے اور ابن زیادؓ کا حکم کو رد کا حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے بہتر تو موت ہے..... امیر کوفہ عبید اللہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا خود امیر المومنینؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف تھا آپ کے اس انکار پر دوسرا مطالبہ مزید اجیٹا دیا ہوا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینیؓ قافلہ کے ساتھ ہیں، سماعت گاہِ حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ اس خطرہ کا بھی سدِ باب ہو جائے، جو ان کوفیوں کی ترغیباً نہ گفتگوؤں سے پیدا تھا، کہ مبادا ان کے اثر میں آکر دمشق جانے کے بارے میں اپنی رائے اسی طرح تبدیل نہ کر دیں جس طرح عاملِ مدینہؓ یہ فراموشی کے بعد کہ صبح جب بیعت عامہ کے لیے لوگوں کو بلاتا تو ہم بھی موجود ہوں گے مگر حضرت ابن الزبیرؓ سے

گنگو کے بعد آپ اور وہ دونوں رات ہی میں مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے، حکام کوفہ کے اس مطالبہ نے برادرانِ مسلم بن عقیل کو جو پہلے ہی سے جو شش انتقام سے مطلوب ہو رہے تھے، اشتغال کر دیا، نیز ان کو فیوں کو بھی جو حسنی قافلہ میں شامل تھے اور جنہیں صلح و مصالحت میں اپنی موت نظر آ رہی تھی، یہ موقع ہاتھ آگیا، انھوں نے اپنے پیش روؤں کی تقلید میں جنھوں نے جل کی ہوتی ہوئی صلح کو جنگ میں بدل دیا تھا، اس اشتغال کو اس شدت سے بھڑکا دیا، کہ انتہائی طاقت اندیشی سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے گھبرا ڈالے ہوئے تھے، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، آزاد مختصی و مستشرقین نے بے لگ تحقیق سے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کے فوجیوں پر اس طرح اچانک حملہ سے یہ حادثہ حرق انگیز پیش آگیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس نے کہا ہے کہ، ”گورنر کو فخر بنید اللہ بن زیاد کو زید نے حکم دیا تھا کہ حسینی قافلہ کے ہتھیار لے لینے کی تدبیر کرے اور صوبہ عراق میں ان کو داخل ہونے اور جھگڑا اور انتشار پھیلانے سے باز رکھے، کوفہ کے شیعیان علی میں سے کوئی بھی مدد کو کھڑا نہ ہوا، حسینی اور ان کے مٹھی بھڑکیں نے اپنے سے بد بھلا طاقتور فوجی دستہ پر جہاں سے ہتھیار رکھوا لینے کو بھیجا لیا تھا، غیر مال اندیشانہ طور سے حملہ کر دیا (ص ۱۱۶)“

لے جن کے کہے پر عباسی صاحب کا ایمان ہے۔

عمر بن سعد امیر عسکر نے... کوئی جارحانہ اقدام مطلق نہیں کیا تھا، انکے زیر ہدایت فوجی دستہ کے سپاہی مدافعاہ پہلو ہتھارتے رہے یہ منظر کیا ہی دردناک تھا کہ لنگھوئے مصالحت یکا یک بدل و قتال میں بدل گئی.....

حضرت حسینؑ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رونا اور صد سے ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہرگز زار و قطار رونے لگے.....

انہوں نے مفاہلت کی خاطر بہتری کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے یا بے مگر سپاہیوں کی در اندازیوں سے ان کی مصائی ناکام ہو گئیں لیکن تلوار چل جانے پر بھی اپنے سپاہیوں کو مدافعت ہی کے پہلو پر قائم رکھا جس کا بین ثبوت محمود انہی اولیوں کے

بیان سے ظاہر ہے جہاں انہوں نے طرفین کے مقتولین کی تعداد بیان کی ہے کہ حسینی قافلہ کے بہتر مقتول ہوئے، جن میں اکثر و بیشتر جنگ آزمودہ نہ تھے اور فوجی دستے کے جنگ آزمودہ سپاہی اٹھاسی مارے گئے، گویا سولہ فوجی زیادہ گواہ بھی وہ حضرت حسینؑ کی جانب سے پچاسے میں کامیاب نہ ہو سکے اور زار و قطار رونے لگے، پھر انہوں نے حضرت حسینؑ کے اہل خاندان کو ان کی بیبیوں، کینروں اور دوسری خواتین خاندان نبوت کو عزت و حرمت کے ساتھ پر و وار عملوں میں سوار کرا کے روانہ کیا۔

(لاحظہ ہو خلافت معاویہ دینیہ، مؤلفہ محمود احمد عباسی)

طبع چہارم (ص ۲۳۶ تا ص ۲۴۱)

شیعان اموی ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے ”امام التاریخ“ کا بیان ایک بار پھر پڑھ لیجئے کہ انہیوں کے یہ امام صاحب کیا فرماتے ہیں، ان کی تحقیق میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اہل بیت، اور ان ساتھ کوئی حضرات کا جو حضرت مدوح کی ہمت میں کمر سے کمر لٹک آئے تھے، قاتل تو عمر بن سعد کا فوجی دستہ ہی تھا، گویہ حادثہ حزن انگیز اس لیے پیش آیا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اشتعال میں آکر اس فوجی دستہ پر جو ہتھیار رکھوالے کی غرض سے ان کا گھبرا ڈالے ہوئے تھا۔ اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، عمر بن سعد نے پھر بھی مدافعت جنگ کی کہ اپنی فوج کے سولہ افراد زیادہ کٹوا دیے اور اس طرح بزدلی و دستہ فوج کے اٹھاٹی آدمی کام آئے، ورنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروان میں عباسی کے خیال میں کوئی بہادر اور جنگ آزمودہ سپاہی تھا ہی کہاں! عمر بن سعد اگر خود اقدام کرتا تو جو شجاعان عرب اس کے ساتھ تھے آٹا فائیں جیسی قاتل کے بہتر نفوس کا سر خاکم کر دیتے اور اس کے دستہ فوج کو ایک متنفس کا بھی نقصان نہ اٹھنا پڑتا۔ مگر ”مجلس شیعان عثمان“ کے داستانوں کو نے جو داستان بیان کی ہے وہ امام التاریخ کے بیان کردہ افسانہ سے بالکل جدا ہے، اس میں نہ کہہ رہے کہ عمر بن سعد کا دستہ فوج تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت پر مامور تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرے سے جنگ ہی نہیں کی، بلکہ یہ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو ان کو فیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آیا تھا، مگر افسوس کہ اس دستہ فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ کو قتل کر ڈالا گیا اور عمر بن سعد کف افسوس ل کر رہ گیا آخر بزدلی فوج نے گھیر کھیر کر ان سب قاتلان حسین کا کام تمام کر دیا۔

میں تفاوت رہ از کجا است تا کجا

ہمارے نزدیک تو نا جلیوں کے امام صاحب اور مجلس کے داستان گو دونوں ہی فناء طرازی اور داستان گوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لیے ان سے سچ بولنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ نا جلیوں کے شیخ الاسلام عباسی صاحب نے اپنے پیش رو مستشرقین یہود و نصاریٰ ضالین و مضروبین کی اتباع میں یہ بیان دیا ہے جن کو وہ آزاد اور بے لاگ محقق مانتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس بات کو چھپایا بھی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان کے ثبوت میں ”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ کے مقالہ نویس کا حوالہ دے کر اس کو صاف ظاہر بھی کر دیا ہے، لیکن مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے داستانی کو کا سارا بیان غامض و طبع زاد ہے۔ بہر حال اب شیعہ ابن امویؓ ”مجلس عثمان غنی“ کو چاہیے کہ اپنے نام ان ایکی مجلس کا اجلاس طلب کر کے پہلے یہ طے کریں کہ ان کے امام صاحب اور ”داستان گو“ دونوں میں سے کس کی بات سچی ہے اور کس کی جھوٹی؟ اور جب یہ فیصلہ کر چکیں تو پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوں۔

داستان گو کی حساب دانی (۲) ”داستان گو“ صاحب کی حساب دانی کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ بھی شامہ ذکر کے کہ، ۴۸۔ رجب سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ تک کتنے دن ہوتے ہیں، سب جانتے ہیں کہ جب کا چاند اترتے دن کا ہو تو چار ہینے بارہ دن ہوں گے ورنہ چار ہینے گیارہ دن اگر یہ اپنے کمال سے اسے چھ ہینے کی مدت بنا رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-
”۶۸۰ رجب سنہ ہجری کو امیر نرید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی“

(داستان کرط ص ۲)

”منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حنین کے سے کو ف کے

ایہا الناس انہا معذرة الى الله
یگو! اللہ عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے

لیے روانہ ہوئے اس وقت امیر بزرگ کی خلافت کو قائم ہوئے ۶ ماہ
ہو چکے تھے۔ (داستان کر بلا ص ۴)

پہلے ہی دروغ گو را حافظ بنا شد

دوسرے جھوٹ کی تنقیح (۳) "داستان کر بلا" دشنہ پر جو یہ مرقوم ہے کہ

"دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ
دشمن نہ ہائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل
شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا، جنگ کر آپ نے
یہاں تک فرمایا

"افسوس نہیں لوگ جو جنہوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ
میں رکھا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور مایوس
بنایا اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کا قتل کر دیا، پہلے
ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے وہ بڑا احمق ہے۔"

(جلال الدین طبری)

موضع غلط ہے "داستان گو" صاحب کی عادت ہے کہ وہ موقع بے
موقع کہیں بھی غلط بیانی سے نہیں چوکتے اور داستان تو پھر داستان ہی ہے اس
کے بارے میں تو پہلے ہی مشہور ہے کہ

بڑا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستان کیلئے

اس لیے انہوں نے یہاں، موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ کی بجائے بہت کچھ
"عطا دیا ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسین

مخالفاً لسنة رسول الله يعمل
 فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم
 یغیر علیہ بفعل ولا قول، کان حقاً
 علی الله ان یدخله مدخله، الا
 وان هؤلاء قد لزموا طاعة
 الشیطان وترکوا طاعة الرحمن
 واظهروا الفساد وعطلوا الحدود
 فاستأثروا بالفیء، واحلوا حرام الله
 وحرموا حلاله، وانا احق من
 غیرہ قد اتی کتبکم وقد مت
 علی رسکم ببیتکم انکم لا
 تسألونی ولا تخذلونی فان
 تمسکتم فی بیعتکم تصیبوا رشداً
 فاننا الحسین بن علی وامن
 فاطمة بنت رسول الله صلی الله
 علیہ وسلم، نفسی مع انفسکم
 واهلی مع اهلیکم فکلم فی اسوة
 وان لم تفعلوا ونقضتم مہدکم
 وغلظتم بیعتی من اعدائکم
 فلعمری ما ہی لکم بنکر لقد
 فلتتموها بأبی وانی وابن عسی

حال میں دیکھے کہ وہ محرمات الہی کو حلال
 کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے جہد و پیمان کو
 توڑ رہا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ تعالیٰ
 کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا
 معاملہ کرتا ہو اور پھر اپنے قول و فعل
 سے اس کے خلاف تبدیلی نہ کر پیا
 کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی
 کے ٹھکانے پر پہنچانے میں سختی بجانب
 ہیں ”خبردار! ان لوگوں (حکمران ٹولے)
 نے رحمتی کی اطاعت چھوڑ کر شیطان
 کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ ملک
 میں فساد پھیلادیا۔ حدود الہی معطل کر
 دیں، مال غنیمت اپنے لیے مخصوص
 کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور
 حلال کو حرام کر دیا چنانچہ اس صورت
 حال میں تبدیلی لانے کا میں سب سے
 زیادہ سختی رکھتا ہوں، تمہارے خطوط
 میرے پاس آپکے ہیں اور تمہارے
 قاصد تمہاری اس امر پر بیعت کی
 خبر لے کر پہنچ چکے ہیں کہ تم مجھے بے یار

مسلم بن عقیل، والمزور من
اغتربکم فحظکم اخطاء
ونصبکم ضیعہ، وَمَنْ نَكَثَ
عَاقِبَتَا يَنْكُثْ عَلَى نَفْسِهِ وَسَيُجَنَّبَنَّ
اللّٰهُ عَنْکُمُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ
رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

و مددگار نہیں چھوڑو گے پھر اگر تم اپنی
بیعت کی تکمیل کرتے ہو تو اپنی بھلائی کو
پالو گے، کیونکہ میں حسین بن علی ہوں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر
اہلر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان
تمہاری جانوں کے ساتھ اور میرے

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳)

اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ
طبع دارالعارف قاہرہ ۱۹۶۷ء

ہیں، تمہارے لیے میں نمونہ ہوں اور اگر
تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے عہد و بیان کو توڑتے ہو اور میری بیعت اپنی گردنوں
سے اتار پھینکتے ہو تو بھان میں یہ تم سے کچھ بعید بھی نہیں، تم نے میرے باپ،
میرے بھائی، اور میرے برادر عزا دمسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے وہ
غریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے۔ تم نے اپنے فائدہ کو کھویا اور اپنی
قیمت کو خراب کیا۔ جو شخص بھی عہد توڑے گا اس کا زیاں خود اسی کو اٹھانا پڑے
گا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ ہے وہ تفصیل جو مورخ طبری نے ۱۱ ہجری کے حوادث کو بیان کرتے ہوئے
”مقتل حسین“ کے ضمن میں بیان کی ہے اس میں اول سے آخر تک کہیں ان ساتھ کوئی
حضرات کا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید
ہوئے کوئی ذکر نہیں بس مقام ”بیضہ“ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے حق کے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی، اس کا ذکر ہے اس تقریر میں حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراور اس کی فوج کے سواروں سے مخاطب ہیں۔

عز وجل وایکے، انی لہم آتکم
 حتی آتسنى کتبکم و قدمت
 علی رسلکم ان اقدم علینا فانہ
 لیس لنا امام لعل اللہ یجمعنا بک
 علی الہدی فان کنتہ علی ذلک
 فقد جئکم فان تعطونی ما اطلبن
 الیہ من مہودکم و موثیقکم
 اقدم مصرکم وان لم تفعلوا
 و کنتہ لقد جی جارہین المنصر
 عنکم الی المکان الذی اقبلت
 منہ ایکے۔ (تاریخ الطبری ص ۱۱۳)
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

میرا یہ عذر ہے کہ میں تمہارے پاس اس
 وقت تک نہیں آیا، جب تک کہ
 تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد یہ
 پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ
 ”آپ ہمارے یہاں فخر لیت لائیں۔“
 ہمارا کوئی امام نہیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ
 آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت پر جمع کر
 دے۔ سو تم اب بھی اگر اسی بات پر
 قائم ہو تو میں تمہارے پاس آچکا ہوں
 اب اگر تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرو کہ
 جی سے مجھے الطینان ہو جائے، تو میں
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

اس وقت تو آپ کی تقریر سن کر حرّ اور اس کے ساتھی خاموش رہے اور
 مؤمنین سے کہنے لگے امامت کہو۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرّ سے
 دریافت کیا کہ کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے، اس نے جواب
 دیا نہیں، بلکہ آپ امامت کریں ہم آپ کی اقتدار میں نماز ادا کریں گے، چنانچہ
 آپ نے ظہر کی امامت فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے عشاء اور اس کی فوج سے خطاب فرمایا اور حمد و ثناء الہی کے بعد ارشاد
 فرمایا :

اما بعد، ایہا الناس، فانکم ان
تتقوا وتحرفوا الحق لاهلہ یکن
ارضی للہ، ونحن اهل البیت اولی
بولاية هذا الامر علیکم من
هؤلاء المدعین مالس لہم
والسائرین فیکم بالجور والعدوان
وان انتم کرہتمونا وجہلتم
حقنا، وکان رأیکم غیر ما اتنی
کتبکم، وقد مت بہ علی رسالتکم
انصرفتم عنکم (طبری ص ۱۰۶)
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام
جانا ہوں۔

اما بعد، اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو
اور اہل حق کا حق پہچان لو تو یہ بات اللہ
تعالیٰ کو زیادہ راضی کرلے والی ہے
اور ہم اہل بیت ان ناحق کے مدعیوں،
اور تم پر ظلم و زیادتی کرلے والوں کی
بہ نسبت تمہارے ولی امر ہونے کے
زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہم کو ناپسند
کرتے ہو اور ہمارے حق سے ٹکرتے
ہو اور تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو
تمہارے خطوط میں بیان کی گئی تھی اور
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام
جانا ہوں۔

اب تحرر نے آپ کی تقریر سن کر جواب میں کہا۔

انا واللہ ماندری ما ہذا الکتاب
المتی تذکر۔ (ص ۱۰۶)
خدا کی قسم ہم نہیں جانتے، آپ کو
خطوط کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ بن سحان سے فرمایا کہ خدا
وہ دونوں خرینچن تو لاؤ جن میں میرے نام ان کو فیوں کے خطوط ہیں، چنانچہ وہ
دونوں خرینچن جو خطوط سے پر تھیں، ان لوگوں کے سامنے لا کر خالی کر دی گئیں
اور آپ نے ان خطوط کو پھیلا کر ان کے سامنے ڈال دیا، تحرر نے اب بھی یہی جوب
دیا کہ،

فانا لسنّا هؤلاء الذین عتبنوا
ہم تو وہ نہیں ہیں جنہوں نے

ایک، وقد امرنا اذا نحن لقيناك
 لا تفارقك حتى نقد منك على
 عبيد اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۲)
 جب تک کہ عبيد اللہ بن زیاد کے سامنے لے جا کر پیش نہ کر دیں۔
 اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الموت ادنیٰ ایاک من ذلک
 اس کی قیام میں تو موت تمہارے زیادہ
 قریب ہے

یہ فرما کر حضرت ممدوح نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ چلو سوار ہو کر واپس
 چلیں۔ مگر جب یہ حضرات سوار ہو کر وطن واپس جانے کے لیے آمادہ ہوئے تو حتر
 اور اس کا رسالہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حتر
 سے فرمایا، آخر تم کیا چاہتے ہو حتر نے پھر وہی جواب دیا۔

اريد والله ان انطلق بك الى
 عبيد اللہ بن زیاد (ص: ۲۰۲)
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
 اذن والله لا اتبعك۔
 اس پر حتر نے کہا۔
 اذن والله لا ادعك

خدا کی قسم، ایسی صورت میں میں تمہارا
 تاب نہ نہیں ہو سکتا۔
 خدا کی قسم میں بھی اب تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔
 طرفین سے گفتگو میں تخی بڑھی تو حتر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے قتال کا تو حکم نہیں
 ملا، البتہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں آپ کا چھپا چھوڑوں
 اب اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ایسی راہ لیجئے جو نہ کوفہ کو جاتی ہو اور نہ مدینہ کو، یہ
 بات میرے اور آپ کے مابین انصاف کی ہے۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ

چاہیں تو زیندین معاویہ کو لکھیں چاہیں عبید اللہ بن زیاد کو، شاید اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی مافیت کی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ابتلا نہ پیش آئے۔“

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غذیب اور قادسیہ کی راہ پر بائیں سمت کو مڑ گئے، مگر کا دستہ ساتھ نہیں چھوڑتا تھا، اگلی منزل میں جب مقام ”بیضہ“ پر پہنچے جو واقعہ اور غذیب کے مابین پانی کا ایک تالاب تھا، تو آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا حوالہ ”داستان گو“ نے دیا ہے اور اس کے نقل کرنے سے پہلے اپنے جی سے گڑھ کر یہ اضافہ کر دیا ہے۔

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ و شقہ جاؤ اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں آپ نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا الخ“

(”داستان کرہ“ ص ۸۶)

حالانکہ تاریخ طبری میں ہمیں اس بات کا نام و نشان تک نہیں جو ”داستان گو“ نے بیان کی ہے چنانچہ طبری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو جو درج ذیل ہے۔

ان الحسین خطب أصحابه و أصحاب الحرب بالبيضة فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله ناكثاً دهن الله

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام ”بیضہ“ میں پہنچ کر اپنے اصحاب اور مقرر کے رفقاء کے سامنے خطبہ دیا، جس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو کسی ظالم مکران کو اس

اپنے نئی اصحاب سے نہیں جو کہ مسئلہ سے آپ کے ہر کا ب تھے، مگر اور اس کی فوج پر حجت قائم کرنے کے بعد آپ اپنے قافلہ کے ساتھ لازم مدینہ ہونا چاہتے ہیں، مگر اور اس کا رسالہ سدرہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف جانے نہیں دیتا، مگر ”داستان گو“ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانے مدینہ طیبہ کے یزید کی بیعت کے لیے دمشق جا رہے تھے اور آپ کے ساتھیوں نے سازش کر کے عمرو مغرب کے بایں کیمپ میں اپنا ٹک حملہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا اور پھر اس پر طبری کا حوالہ بھی دے رہے ہیں، مٹھن ہیں کہ کون اصل کتاب سے مراجعت کرے گا جو ہمارے جھوٹ کی پول کھلے گی اور اہل فرسی کا پردہ چاک ہو گا۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خطاب اپنے ان جان نثار ساٹھ کو فیوں سے کریں گے جو کہ مسئلہ سے آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے آپ ہی کھانے میدان کر بلا میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اور طبری میں ”داستان گو“ صاحب کو وہ کونسا لفظ ملا ہے جس کا ترجمہ بڑا احمق کیا گیا ہے؟

”جلاء العیون“ کے بارے میں اسی ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں
 ”شیعہ کتاب جلاء العیون“

اس لیے ہمیں اس سے مراجعت کی ضرورت نہیں، ”گو“ داستان گو“ صاحب کی بات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ دروغ گوئی اور بہتان طرزی ووافض و نواصب دونوں کا شیلہ ہے۔

معلوم نہیں کہ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کیوں عام مسلمانوں کو ایک غلط بات کو صحیح باور کرانے پر تلی ہوئی ہے، تمام اہل السنۃ والجماعۃ حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے بارے میں یہ رافضیوں کی خرافات پر

اعتماد کرتے ہیں، نہ ناصبیوں کی بکواس پر، اور نہ ان کے بڑے بھائی غازیوں کی لغو بات پر، کیونکہ رافضیوں کو حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر ہے اور غازیوں کو حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء سے عناد ہے اور ناصبیوں کو بالخصوص حضرت علی، حضرات حسین اور ان کی اولاد امجاد رضی اللہ عنہم سے۔ "لوا صب" کو اگلے زمانہ میں "شیعہ عثمان" و "شیعہ مرثیہ" اور "شیعہ امویہ" کہا جاتا تھا، بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ ایک فرقہ کی حیثیت سے ان کا وجود بھی ختم ہو گیا تھا، اب پھر محمد و احمد عباسی نے "فلافت معاویہ و یزید" لکھے کہ اس فتنہ کو نئے سرے سے ابھارا ہے۔ "بہس عثمان غنی" بھی اپنے شائع کردہ کتابچوں کے ذریعہ اسی فتنہ کو ہوا دے رہی ہے، اور ان سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے دہلے ہے جی کو اپنی نادانی سے اس فتنہ کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے، وہ اپنی سادگی سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی کوئی روافض کی تردید کا مسئلہ ہے حالانکہ اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ناصبی شیعان عثمانؓ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر رافضیوں کے تمام سب و شتم کا بدلہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینا چاہتے ہیں سچ ہے۔

ماسلمہ الصدیق من رافض
فانجی من ناصبین علیؓ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رافضی کے تبرائے محفوظ نہ رہ سکے اور ناصبیوں کی طعن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجات نہ ملی

تیسرے جھوٹ کی تیغ کہ یزید
کی فوج نے حضرت حسین کو قتل نہیں کیا
(ہم) "داستانی گو" صاحب
نے "البدایہ والنہایہ" کی عربی

جہارت سے اس داستان کا آغاز کیا اور اس کا ترجمہ بھی آگے چل کر لکھا مگر صغر اور جلد کا حوالہ غلط دیا یعنی (جلد نہم ص ۱۵۳) لکھا حالانکہ یہ جہارت جلد ہشتم میں ہے قیمت ہے ان کو یہ تسلیم ہے کہ

”البدایہ والنہایہ“ مشہور عربی تاریخ ہے

مگر تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اسی ”البدایہ والنہایہ“ کے اسی صغر پر جو یہ لکھا ہے وہ نظر نہ آیا۔

کتب یزید الی ابن زیاد انه قد
بلغنی ان حسیناً قد سار الی لکوفۃ
وقد ابتلی بہ زمانک من بیس
الازمان و بلدک من بین البلدان
و ابلت افت بہ من بین المال
و عندھا تقو او تعد عبدکما
تروق العبد و تصد قتلک ابن
زیاد، و بعث برأسه الیه۔
(ع-۸ ص ۱۶۵ طبع بیروت ۱۳۹۹ھ)

یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں، اب زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا ہے اور گورؤں میں تو خود ان کے معام میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت میں یا تو تو آزاد کر دیا جائے گا یا جس طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے تجھے بھی غلام بنا دیا جائیگا چنانچہ ابن زیاد نے حضرت حسین کو قتل کر کے ان کا سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

اسی ”البدایہ والنہایہ“ میں یہ بھی ہے کہ

و بعث عبید اللہ بن زیاد و عمر
بن سعد لقتلہم

(ص ۱۶۱/۸)

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا

اور یہ بھی کہ

و ابطاء عمر عن قتالہ فارسل ابن زیاد دشمن بن ذی الجوشن و
 قال لہ ان تقدم عمر قتال والا قاتله وکن مکانہ فقلوبک
 الاممۃ - (ج ۸ ص ۲۰)

عمر (ابن سعد) نے حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے قتال میں تاخیر سے کام لیا
 تو ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ
 کہہ کر بھیجا کہ اگر عمر قتال میں پیش قدمی کہے
 تو تو بھی جنگ میں شریک ہو جائیو اور نہ

عمر (ابن سعد) کو قتل کر کے اس کی جگہ خود سنبھال لے لو، میں تجھ کو امیر لشکر کرتا ہوں۔
 اس فوج کی تعداد جو عمر بن سعد کی گمان میں تھی ۳۰۰۰ البدایہ والنہایہ، ہی میں یہ
 بتائی ہے کہ

و کانوا اربعة الاف یریدون
 قال الیلہ، فعینہما ابن زیاد
 و صرفہما الی قتال الحسین -

چار ہزار سپاہی تھے جو دہلیم سے جنگ
 کرنے کے ارادہ سے چلے تھے ان کو
 ابن زیاد نے قتال دہلیم سے روک کر
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 قتال کے لیے متعین کیا۔

(۱۶۹)

عمر بن سعد کو تعین حکم سے کب انکار تھا بھیجے ہی ابن زیاد کا حکم اس کو پہنچا،
 فوثب الی فرسہ فوکبھا ثم دعا بسلحہ فلبسہ وانہ لملی
 فرسہ ونهض بالناس الیہم
 فقاتلوه فجیئ برأس الحسین
 الی ابن زیاد فوضہ بین یدیه
 فجعل یقول بقضیہ فی انفسہ و

عمر بن سعد چھٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار
 ہوا پھر سواری ہی کی حالت میں اپنے
 ہتھیار منگوا کر ان کو اپنے بدن پر سجایا
 اور فوج لے کر سیدھا ان حضرات سے
 مقابلہ کے لیے چل پڑا، فوج نے جاتے
 ہی گنت دغول شروع کر دیا، چنانچہ

يقول ان ابا عبد الله كان قد شتم

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر
بارک کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے ڈال
دیا گیا اور ابن زیاد اپنی پھڑی ایک ناک پر دھکتا
اور کہتا کہ ابو عبد اللہ کے بال تو اب پک چکے ہیں۔

(ج ۸ ص ۱۷۱)

شمر اپنی خباثت سے فوج کے سپاہیوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے قتل پر اس وقت بھی ابھار رہا تھا، جب کہ آپ کے تمام رفقاء یکے بعد دیگرے
جام شہادت نوش کر کے راہی جنت ہو چکے تھے اور آپ یکہ و تنہا میدان قتال میں
ثابت قدم تھے اور کیوں نہ ہو حضرت محمد ص نے تو اس کو دیکھتے ہی فریاد کیا تھا۔

صدق الله ورسوله قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم كائن
النظر الى هلب البقع ببلغ في دماء
الهلبيتي

اللہ سچا، اس کا رسول سچا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا گویا میں
دیکھ رہا ہوں اس چنگبر سے کتے کو جو
میرے اہل بیت کے خون میں نہ ڈلے گا

(ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۷۱)

اس روایت کے آخر میں لکھی گئی یہ بھی تصریح ہے۔
وكان شمر قبحة الله ببرص شمر الله اس کا بُرا کرے برص میں مبتلا تھا

(ج ۸ ص ۱۸۹)

”گو“ داستان گو“ اسی کتے کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں، قاتلوں کو
محافظ بنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔

”عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن، خاندان علی کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے
لیے دوڑ کر پہنچے“

(ص ۱۰)

”عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی لاشوں کو اکٹھا کیا ان کی نساں

جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا، کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا بلکہ دستہ کے بعض سواروں نے انہیں پاپال بھی کیا تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں“ (ص ۱۰)

حالانکہ ”البدایہ والنہایہ“ میں اس کے برعکس مرقوم ہے۔

وَقَتْلُ مَنْ أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ أَشْنَانٌ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب
وَسَبْعُونَ نَفْسًا فَدْفَنَهُمُ أَهْلُ میں سے ہفتہتر نفوس شہید ہوئے جن کو
الْفَاخَرِيَّةُ مِنْ بَنِي أَسَدٍ لَمَّا غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے
قَتَلُوا يَوْمَ وَاحِدٍ لوگوں نے قتل کے دوسرے دن دفن کیا

(۱۸۹
۸-۶)

”غاضریہ“ کوفہ کے نواح میں ”کربلا“ کے قریب ایک قریہ کا نام ہے جو قبیلہ بنو اسد کا مسکن تھا، ہاں عمر بن سعد نے اپنی فوج کے مقتولین پر جو شہداء کربلا کے ہاتھوں مارے گئے تھے بے شک نماز جنازہ ادا کی تھی اور انہیں کی لاشوں کو اس نے دفن بھی کیا تھا۔“ ”البدایہ والنہایہ“ میں ہے

وَقَتْلُ مَنْ أَهْلُ الْكُوفَةِ مِنْ أَصْحَابِ اور عمر بن سعد کے ساتھی اہل کوفہ میں سے
عمر بن سعد ثَمَانِيَةَ وَثَمَانِينَ اٹھاسی اشخاص قتل ہوئے، زخمیوں
رَجُلًا سِوَى الْجَرَحِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِمُ کی تعداد ان کے علاوہ ہے، عمر بن سعد
عمر بن سعد وَدْفَنَهُمُ، وَ لے ان مقتولین کی نماز جنازہ ادا کر کے
يَقَالُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ أَصْرَ ان کو دفن کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ
عَشْرَةِ فَرَسَانٍ فَدَاسُوا الْحُسَيْنَ عمر بن سعد نے معرکہ کے دن ناس سوردن
بَجَوْا فَرَحِيوْلَهُمْ حَتَّى الصَّقْوَه کو حکم دیا جنھوں نے اپنی گھوڑوں کے
بِالْأَرْضِ يَوْمَ الْمَرْكَةِ وَأَصْرَ سموں سے حضرت حسینؑ کی اللہ تعالیٰ عز

برأسه ان یحمل من یومہ الی
ابن زیاد مع خولی ابن یزید
الاصبحی۔
کے لاشہ کو پامالی کر کے پیوند زمین کر
دیا اور آپ کے سر مبارک کے متعلق
آرڈر دیا کہ اسی دن اس کو اٹھا کر خولی
بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کو بھجوا
دیا جائے۔ (ج ۸ ص ۱۸۹)

صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بلکہ تمام شہداء و کربلا کے
سر کاٹ کر جہنم میں یہ ساٹھ حضرات بھی شامل تھے خولی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس
روانہ کر دیے گئے تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جب
عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے شہر میں منادی کرنا کہ لوگوں کو جمع کیا
اور پھر ان کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں اپنی
فتح و کامرانی کی تقریر بھی کی۔ اس تقریر میں حضرت ممدوح پر طعن و طنز بھی تھا جس
پر عبداللہ بن عقیف اردی نے برا فروختہ ہو کر ابن زیاد کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

وبحک یا ابن زیاد القتلون اولاد
الیمین وتکلمون بسلام
ابن زیاد تجھ پر افسوس اتم لوگ ایما
کی اولاد کو قتل کر کے صدیقیوں کی سی باتیں
الصدیقین کرتے ہو۔

اس کلمہ حق کو سننے کی بھلا ابن زیاد میں تاب کہاں تھی فوراً حکم دیا کہ اس
گستاخی کی پاداش میں اس غریب کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ زان بعد
”سر حسین“ کا کوفہ کے تمام گلی کوچوں میں گشت کرایا گیا پھر زحر بن قیس کی محبت
میں تمام شہداء و کربلا کے مبارک سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام روانہ کر
دیا، دربار یزید میں پہنچ کر زحر بن قیس نے اپنے سیاہ کارنامہ کو جن الفاظ میں
پیش کیا، وہ یہ ہیں۔



البشر یا امیر المؤمنین بفتح الله علیه
ونصره، ورد علينا الحسين بن علي
بن أبي طالب وثمانية عشر من
اهل بيته وستون رجلاً من شيعة
فسرنا اليهم فسالناهم ان يتسلوا
وينزلوا على حكم الامير عبید الله
بن زياد او القتال، فاختاروا القتال
فقدونا اليهم مع شروق الشمس
فاخطا بهم من كل ناحية حتى
اخذ السيف ماخذها من هام
القوم، فحملوا اليها بون الى غير
مهرب ولا وذر، ويلوذون منا
بالاحكام والحفر لوذا كما لا ذ
الهام من حفر، فوالله ما كانوا
الا جرد جزورا و لومة قائل حتى
اتينا على آخرهم فهايتك
اجسادهم مجردة و
تايهم مزملة وحدودهم
مصفرة، تصهرهم الشمس
وتسفي عليهم الريح و
اورهم العقبان والرخو

امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف فتح و نصرت
کی بشارت ہو حسین بن علی بن ابی طالب اور ان
کے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور ان کے شیعیان
میں ساٹھ اشخاص ہمارے یہاں وارد ہوئے
تو ہم بھی ان کی طرف چل پڑے اور ہم نے ان سے
یہ مطالبہ کیا کہ امیر عبید اللہ بن زیاد کے آگے
سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے حکم پر اپنے آپ کو
ہمارے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو
جائیں، انہوں نے جنگ ہی کو پسند کیا، تو ہم
نے صبح سویرے جیسے ہی آفتاب چمکان لوگوں
کو جالیا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا، آخر جب
تو اوروں نے ان کی کھوپڑیوں کی صحیح صحیح گرفت
شروع کی، تو یہ ادھر بھاگنے لگے جہر بھاگنے
کی ان کے لیے نہ کوئی جگہ تھی نہ جائے پناہ اور
جہر شکرہ سے کبوتر پناہ ڈھونڈتا ہے
یہ بھی ٹیلوں اور گڑھوں میں پھر پناہ ڈھونڈھنے
لگے، سو خدا کی قسم بس جہنم میں اونٹ کاٹ
کر رکھ دیا جاتا ہے یا قیلولہ کرنے والا اپنی
غینہ پوری کر لیتا ہے اتنی دیر میں ہم نے ان
کے آخری فرد تک کا کام تمام کر دیا سب اب
ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں اور ان کے

کڑے پلٹے باپکے ہیں ان کے رخسار خاک
میں لتھرے ہوئے ہیں دھوپ ان کو ملا رہی
ہے اور ہوا ان پر خاک اڑاتی ہے عقاب

(البیاء والنہایہ ص ۱۹۱) اور گدھ ان کی لاشوں پر منڈلا رہے ہیں

زحر بن قیس نے بھی اگرچہ یزید کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے
ان حضرات کی ہجو میں کچھ کم جھوٹ نہیں لگا ہے، تاہم ”مجلس حضرت عثمان غنی“
کے داستان گو کے علی الرغم اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ وہ ساٹھ کوئی حضرات
جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں تھے، انہوں نے حضرت مہر
کی نصرت ہی میں اپنی جانیں نثار کی تھیں اور خود کو ف کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کا
اس بارے میں اعتراف موجود ہے یزید نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب
حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی،
ارادہ کیا، تو اس ہم کی سرکردگی کے لیے بھی اس کی نظر انتخاب سب سے پہلے ابن
زیاد ہی پر پڑی تھی، چنانچہ جب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے یزید نے اس کو
کہہ کر بھیجا، تو ابن زیاد کی زبان سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ

واللہ لا اجمعہا للفاسق ابدا خدا کی قسم میں اس فاسق کی خاطر کبھی بھی دونوں
اقل بن ہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نامہ اعمال میں جمع نہیں کر سکتا روا
علیہ وسلم والحزو البيت الحرام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل
کر دیا، اب بیت الحرام پر چڑھائی کر دی (البیاء والنہایہ ص ۲۱۹)

یاد رکھیے ”داستان گو“ صاحب نے جن شہدار کرام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی
کی ہے، یہ وہی شہدار کرام ہیں جن کے بارے میں وارد ہے کہ ”وہ جنت میں بے
حساب داخل ہوں گے“ چنانچہ حافظ ابن کثیر البیاء والنہایہ میں لکھتے ہیں:

وقدر وی محمد بن سعد و غیرہ من غیر وجه عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ موب کربلاء عند اشجار الحنظل و هو ذاهب الی صفین، فسأل عن اسمها فقیل کربلاء فقال عرب و بلاء فنزل و صلی عند شجرة هناك ثم قال یقتل ههنا شهداء هم خیر الشهداء غیر الصحابة یدخلون الجنة بغير حساب و اشار الی مکان هناك فعلموه بتی فقتل فیہ الحسین

حافظ محمد بن سعد و غیرہ نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے کہ جب آپ "صفین" کی طرف جا رہے تھے تو مقام کربلا میں حنظل (اندرائن) کے درختوں کے پاس سے گزرے آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو بتایا گیا کہ کربلا ہے فرمایا کرب و بلاء ہے، پھر سواری سے اتر کر آپ نے وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ "یہاں وہ شہداء قتل کیے جائیں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء ہوں گے اور بلا حساب جنت میں جائیں گے اور یہ" فرماتے ہوئے آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے وہاں کچھ آسانی بھی لگا دی۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر قتل ہوئے

(رج-۸ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

ظلم کا انجام یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا۔ مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل تو چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور آج جنی سادات اقلیم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں، لیکن یزید کی نسل اسی زمانہ سے ایسی نابود ہونا شروع ہوئی کہ پردہ دنیا سے اس کا وجود ہی اٹھ گیا۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں یزید بن معاویہ کی جس صلی اولاد کو نام نہام گنا کر حن میں

پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، تصریح کی ہے۔

وقد انقضوا كافة فلم يبق ليزيد سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے عقب (ج۔ ۸ ص ۲۳۷) کوئی ایک بھی تو باقی نہ بچا۔

اور حافظ ابن کثیر ہی کے الفاظ ہیں۔

فانه لم يعهل بعد وقعة مو بلا شبه واقعه حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید الحرة و قتل الحسين الا کو ذہیل نہ دی گئی مگر ذرا سی تا آنکہ حق تعالیٰ یسیراً حتی قصمہ اللہ الذی نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور قصم الجبالہ قبلہ و اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے بعده ، انه كان عليهما بے شک وہ بڑا علم رکھتا ہے اور بڑی قدرت قدراً۔ والا ہے۔

اور ۷۴ھ کے واقعات کے ذیل میں مسلم بن عقبہ کی موت کے سلسلہ میں کہتے ہیں۔

ثم مات قحطه الله ثم بھر مسلم بن عقبہ، اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے امعه الله بيزيد بن مرگیا اور یزید بن معاویہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاویہ فمات بعده اس کے پیچھے چلا گیا اور وہ بھی اس کے بعد فی ربيع الاول لاربعة عشرة ۱۴۔ ربيع الاول کو مرگیا اور ان دونوں کو جو ليله خلت منه فما امیدیں اور تو واقعات تھیں اللہ تعالیٰ نے منهمما الله بشئ مما ان میں سے کوئی بھی پوری نہ کی بلکہ اس ذات رجوه واطلوه بل قهرهم قاهرہ نے جو اپنے سب بندوں پر غالب القاهر فوق عباده و ہے ان پر اپنا قہر نازل فرمایا اور ان کی بادشاہی سلطنتهم الملک و نزعہ سلب کر لی اور ان کی سلطنت اس نے

منہم من ينزع الملك چھین لی جو جس سے چاہتا ہے اسکی سلطنت
من یشاء۔ چھین لیتا ہے۔

اور پھر واقعہ حرہ کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے آخر میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے
ہیں۔

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لسلم بن عقبة ان يبيع المدينة ثلاثة ايام، وهذا خطأ كبير فاحش، مع ما انفجر الى ذلك من قتل خلق من الصحابة وابناءهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله ابن زياد. وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المفسد العظيمة في المدينة النبوية مالا يحد ولا يوصف، مما لا يرام الا الله عز وجل وقد اراد بارسال مسلم ابن عقبة توطيد سلطانه وصلبه، ودوام ايامه

اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ "تو قین دن تک مدینہ منورہ کو تین روز کیجیو،" فحش غلطی کی۔ یہ نہایت بڑی اور فاحش خطا ہے اور اس خطا کے ساتھ صحابہ کرام اور اولاد صحابہ کی ایک خلقت کا قتل اور شامل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں وہ عظیم مفسد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر ہیں اور جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔

یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام سلطنت کو دوام نصیب ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ

من غیر منازع ، فعاقبہ
 اللہ بقیض قصده
 و حال بینہ و بین
 ما یشہیہ ققصمہ اللہ
 قاصم الجبابرة و اخذہ اخذ
 عزیز مقتدر وَ عَذْلُكَ اخْذُ
 رَبِّكَ اِذَا اخْذَ الْفُرَى
 وَ هُوَ ظَالِمٌ اِنْ اخْذَهُ
 اَلْبَنُ شَدِيدٌ۔
 (البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۲۲۲)

نہ اس کی مراد کواٹ کر اسے سزا دی
 اس کی ذات عالی یزید کے اور اسکی خواہش
 کے درمیان عامل ہو گئی (کہ اس کی تمنا پوری
 نہ ہو سکی) چنانچہ اللہ عزوجل نے جو ظالموں
 کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی
 اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ
 ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے
 "اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب
 پکڑتا ہے سستیل کو اور وہ ظلم کرتے ہیں ،
 بلکہ شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی"

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
 امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا
 چنداں امان نداؤ کہ شب را سحر کند
 خلیفہ عبد الملک اموی نے یزید
 کے زوال اقتدار سے عبرت پکڑ

کر ہی اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا تھا کہ
 جئنی و ماء آل بنی ابی طالب فانی
 رایت آل حرب لعا تہجموا
 بہا لم یصروا
 (تاریخ یعقوبی ص ۳۰۳ طبع بیروت ۱۳۵۹ھ)
 مجھے آل بنی ابوطالب کی خونریزی سے بچاتے
 رہنا کیونکہ میں آل حرب کا انجام دیکھ چکا
 ہوں کہ یہ جب ان کی خونریزی پر پل پڑے تو
 بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

طے قرآن پاک کی آیت ہے۔

اے "حرب" یزید کے پروادا کا نام ہے اور یہاں "آل حرب" سے خود یزید مراد ہے۔

اے یعقوبی اگرچہ شنی ہے مگر ہم نے یہاں اس کا حوالہ قصداً دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خونریزی

افسوس یہ نابصی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی سے نادان واقف ہیں
حافظ ابن کثیر نے اس دور کا بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

اناس انما ميلهم الى الحسين سب لوكون كميلان حضرت حسين رضي الله تعالى
لانه السيد الكبير و ابن بنت عنه ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبط
رسول الله صلى الله عليه وسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس وقت
فليس على وجد الارض يومئذ احدٌ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضائل
يساميه ولا يساويه ولكن الدولة و کمالات میں آپ کا مقابلہ یا برابری کر سکے
اليزيدية كانت كلها تناونه - لیکن یزیدی حکومت ساری کی ساری آپ
(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۱۵۱) کی دشمنی پر انرا آئی تھی۔

یہ ہے اختصار کے ساتھ صورت واقعہ کا اصل نقشہ جو حافظ ابن کثیر کی مشہور عربی تاریخ
”البدایہ والنہایہ“ سے انہی کے الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن ”داستان گو“
صاحب کو ان تمام حقائق سے انکار ہے، وہ اپنی من گھڑت ہی دہرائے جاتے ہیں اور ان
کو تاریخ ابن کثیر کا صرف وہی ایک فقرہ یاد ہے جو انھوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے
کے لیے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے۔

داستان گو کا حضرت ابن زبیر پر افتراء (۵) ”داستان گو“ صاحب آگے

(ابقہ صفحہ گذشتہ) جو ہاشم کی خونریزی سے بچتے تھے ورنہ اس امر کا ذکر ابن تیمیہ کی مہاج النہ
میں بھی منقذ و جگہ آیا ہے اور اسی لیے بنی امیہ کی شاخ بنی مرثان سے بنی ہاشم کی قرابتیں بھی جاری
رہیں اور ان میں باہمی رشتہ مناکحت بھی ہوتا رہا ہے۔ ورنہ خاندان یزید اور خاندان حسین
میں واقعہ کربلا کے بعد قرابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہوا۔ جیسا کہ محمود احمد عباسی نے
خلافت معاویہ و یزید میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

چل کر ”اصل حقیقت“ کے زیر عنوان پھر اسی بات کو نئے سرے سے دہرا کر ابو فری کی اس طرح کوشش کرتے ہیں۔

”حضرت حسینؑ کا قتل ان کو فیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے، اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس حادثہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تقریر کا ذکر ہے طبری ص ۱۱۱۱ء کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قتل حسین کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہل مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔

”اہل عراق میں اکثر مدکر دار اور غدار ہیں ان میں اہل کوفہ بدترین ہیں، حسینؑ کا انہوں نے اس لیے ہلاک کیا کہ ان کی مدد کریں گے، جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے دشمنی ہو گئی، واللہ حسینؑ یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انبؤہ کثیر میں ان کے شخص سامتی بہت تھوڑے ہیں۔“

ان کے بقیہ اہل خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کو فیوں پر ہی عائد کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی کو فیوں کی غداری کو ہی قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری سلاسل دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی دھبے سے ملامت کے خلاف بغاوت کی وہ ان میں سے کسی نے خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی؟

(داستانِ کربلا“ ص ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو تقریر ”داستانِ کربلا“ صاحب نے نقل کی ہے غور فرمائیے! اس میں کہاں یہ ذکر ہے کہ ”آپ کو انہی ساٹھ کو فیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے گئے تھے“ کیا ان ساٹھ افراد کے علاوہ کوفہ میں اور کوئی منتفی نہیں رہتا تھا؟ کیا کوفہ کی آبادی اس ان ہی ساٹھ نفوس پر مشتمل

تھی؛ کیا یزیدی لشکر جس کی نفری چار ہزار تھی اور جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابی زیاد کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے آیا تھا کوفہ سے نہیں آیا تھا؛ کیا اس فوج کے افراد کوفہ کے رہنے والے نہ تھے؛ کیا شمر کو فی نہ تھا؛ کیا عمر بن سعد کوفہ سے نہیں آیا تھا؛ کیا عبید اللہ بھی زیاد اس وقت کوفہ کا گورنر نہ تھا؛

یہی کوئی تو تھے جو ابن زیاد کی ترغیب و تحریص پر عمر بن سعد کے

زیر کان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے آئے

یہی اہل بیت نفوس کے قاتل ہیں جن میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے

اہل بیت اور وہ ساتھ کوئی شامل ہیں جو حضرت مدوح کے ساتھ میدانِ کربلا میں

شہید ہوئے ”واسخسان کو“ صاحب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ

کے اہل بیت کرام کے خون کا الزام غلیظ یزید، اس کے براحوال قتال اور یزیدی دستہ

فوج کی بجائے جو تمام ترکو فیوں پر مشتمل تھی اور جس کو ابن زیاد نے زور و زبر سے رام

کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کو فی

شہیدان کربلا پر ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ برضا و رغبت

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں قربان کیں، ظاہر ہے جو شخص جھوٹ

بولنے سے ذرا نہ شرماتا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت جوڑنے

میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہتمم کرے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی شہادت کو ٹھنی سازش کا نتیجہ قرار دے کر اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور

افراد بنی ہاشم کو ملوث کرے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بلوائیوں کو کسانے

اور ان کی قیادت کرنے کا الزام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کرے

اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور ان حضرات کے صاحبزادگان حضرات حبیبہ، حضرت محمد بن طلحہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ذمہ وار ٹھہرائے اس سے اس کے سوا اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ خود ”ہندو کر بلا“ کو حضرت حبیبہ اور ان کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتلائے ایسا شخص جتنا بھی جھوٹ بولے کم ہے! انوس ان سادہ لوح حضرات پر ہے جو اس مجلس کے جلسوں کی صدارت کرتے ہیں، اس کے کتا بچوں پر تقریظیں لکھتے ہیں، ان کی مالی امداد کے اس کے ان کتا بچوں کو جو جھوٹ کی پوٹ میں پھپھواتے ہیں اور پھر ان کو خرید کر بانٹتے اور تقسیم کرتے ہیں۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم
 اگر تم جانتے نہیں تو یہ مصیبت ہے اور جو جانتے ہوئے (ایسا کرتے ہو) تو پھر بہت
 ہی بڑی مصیبت ہے۔

”داستان گو“ صاحب کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ میں پہلے یہ لکھ آیا ہوں کہ
 ”بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی نعشوں کو اکٹھا کیا، ان کی
 ناز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔۔۔۔۔
 خاندان علی کے بچے کچھ افراد و خواتین کو کوفہ لاکر آرام سے رکھا، جو لوگ زنجی
 ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعہ ان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات
 کی اپنی ہمدردیاں بتائیں، انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا

”داستان گو“ کی اس افتراء پر وازی کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو رسالہ اکابر صحابہ پر بہتان
 ملاحظہ فرمائیے۔

کو مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدینؑ نے
چینی زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ
گئے تھے اور اب کوفہ میں ابن زیاد، عمر بن سعد اور ثمر ذی الجوشن کی سر
پرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے۔ فرمایا

”میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے
ہی میرے پدر بزرگوار کو خطوط کھج کر اور فریب دے کر بلایا
اور ان سے جنگ کر کے انھیں مار دیا، اے خدا رو! اے
مکار و ایں ہرگز تیار سے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تیار سے
قتل و قہر پر اختیار نہیں کروں گا، میرے باپ اور میرے
اہل خانہ ابھی کلی تمہارے کمر سے قتل ہوئے ہیں میں سے نہیں
بھول سکتا ہوں۔“ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیزان باب ۱۵۱)
نہی جواب سیدہ زینبؑ نے دیا، آپؑ نے یہاں تک کہا
کہ تم ہمارے پاس گریہ و ماتم کرتے ہوئے آئے ہو حالانکہ تم نے
یہی نہیں قتل کرایا ہے، جاؤ یہ مار کا دھبہ اب رونے سے
زائل نہیں ہو سکتا۔ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیزان باب ۱۵۱)

”فاطمہ بنت حسینؑ نے بھی یہی زبرد توہین کی“ (داسان کر بلا ص ۶۱، ۱۲۷)

”داسان گو“ صاحب اپنی بنائی ہوئی داستان پر غور کر کے فرمایا بتائیں کہ حضرت
زین العابدینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؑ رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس کوفہ میں
جو بعض شیعیان علیٰ تحفیہ طور سے ملاقات کے لیے آئے، اپنی ہمدردیاں بتائیں اور
انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کہ چلے جائیں، اور جن کے غلط مشورہ
اور ہمدردیاں جتانے سے ان تینوں حضرات نے برمہم ہو کر ان سے گفتگو کی جو داستان گو

صاحب نے "ملار الیون" کے حوالہ سے نقل کی ہے، کیا یہ وہی مرد ہے جسے دوبارہ زندہ ہو کر ان حضرات کے پاس آگئے تھے جن کو بقول ان کے ابھی کل شام غیر گھیر کر اوپر پکڑ کر عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن اور ان کے شکریوں نے قتل کر ڈالا تھا اور ان کے دستہ کے بعض سواروں نے ان کی شعلوں کو ہال بھی کیا تھا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، یعنی وہی ساٹھ کو فی "ہشدار کر بلا" (رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ جس کو قاتل گرو صاحب حضرت حسین اور ان کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتاتے ہیں یا یہ وہ لوگ تھے جو عید اللہ ہی زیاد کے دہائیوں انگر عمر بن سعد کی گالی میں اور عمر کی محبت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ہاتھاروں سے لڑنے آئے تھے اور جو واقعی حضرات "ہشدار کر بلا" کے اصل قاتل تھے اور اس لیے بجا طور پر زجر و توبیخ کے مستحق اور لعن طعن کے قابل تھے، اس لیے ان کو جنتی بھی سرزنش کی جاتی کہ تم۔

اب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تقریر کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجئے جس کو احمد حسین کمال نے مؤرخ طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس پر غور کیجئے کہ یہ صاحب زبیر داستان کے لیے صورت واقعہ کو مسخ کرنے میں کیا کمال دکھاتے ہیں تاریخ طبری کی عبارت درج ذیل ہے

لما قتل الحسين عليه السلام جب حضرت حسین علیہ السلام قتل کر دیے گئے
فام ابن الزبير في اهل مكة تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اہل
وعظم مقتله وعاب اهل مكة کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان کے
انكوفة خاصة ولام اهل العراق قتل کو بہت بڑا سانحہ قرار دیا، اہل کوفہ کا خصوصیت
عامة، فقال بعد ان حمد الله و کے ساتھ عیب بتایا اور عمومی طور پر اہل عراق
اشنى عليه وصلى على محمد صلى کو عمت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد
الله عليه وسلم ان اهل العراق و شاکر نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

فُجِّرَ الْاَقِيلَا وَاَنْ اَهْلُ
 الْكُوفَةِ شَرُّ اَهْلِ الْمَرَاقِ وَاَنْهُمْ
 دَعَوْا حُسَيْنًا بِنَصْرُوهُ وَاِنْ يُوَلُّوهُ
 عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ ثَارُوا
 اِلَيْهِ، فَقَالُوا لَوْ اَلَا اَنْ تَضُمَّ يَدَكَ
 فِي اَيْدِيْنَا فَنَمُتْ بِكَ اِلَى ابْنِ زِيَادٍ
 بِنِ سَمِيَةِ سَلْحًا قِيَمْنِي فَيَلِكُ
 حَكْمُهُ وَاَصَا اَنْ تَحَادِبَ، فَرَأَى
 وَاللَّهِ اَنَّهُ هُوَ وَاَخَذَ حَاذِيَهُ قَلِيلٌ
 فِي كَثِيرٍ، وَاَنْ هَانَ اَللَّهُ عَزَّوَجَلَّ
 لَمْ يَطْلُعْ عَلَى الْغَيْبِ اَحَدًا اَنَّهُ
 مَقْتُولٌ، وَلَكِنَّهُ اخْتَارَ الْمَبْتَنَةَ
 الْكَرِيمَةَ عَلَى الْحَيَاةِ الذَّمِيمَةِ
 فَرَحِمَهُ اَللَّهُ حُسَيْنًا وَاَخْزَى،
 قَاتِلَ الْحُسَيْنِ، لِمَعْرَى لَقَدْ كَانَ
 مِنْ خَلَافِهِمْ اِيَّاهُ وَاَنْ
 غَضِبْنَا مِنْهُمْ مَا هَانَ فِي
 مَثَلِهِمْ وَاَعْظَمَ وَاَنَّهُ عَنْهُمْ
 وَابْنُهُ مَا حَمَّ نَازِلٌ
 وَاِذَا اسْرَا اَللَّهُ اَمْرًا لَنْ
 يَدْفَعُ اَبْعَدَ الْحُسَيْنِ

بھیجنے کے بعد فرمایا کہ اہل عراق میں قلیل تعداد کو
 مستثنیٰ کر کے اکثر خدا راورد بدکار ہیں اور کو فو لہ
 تو اہل عراق کے بدترین لوگ ہیں، انھوں نے
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے بلایا
 تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور انی کو اپنا ولی بنائیں
 گے، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان
 کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مطالبہ
 کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں
 پکڑائیں تاکہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بغیر تین
 زیادہ ہی سیمہ کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم
 آپ پر چلائے ورنہ آپ جگ کے لیے تیار
 رہیں، سو بخدا حسین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ان
 کی کثیر تعداد کے مقابل میں آپ کی اور آپ کے
 اصحاب کی تعداد قلیل ہے اور گو اللہ عزوجل
 نے کسی کو غیب کی خبر نہ دی کہ وہ ضرور قتل ہو کر
 رہے گا، تاہم آپ نے عزت کی موت کو ذلت
 کی زندگی پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت
 نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے
 بجا ان ہی لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ
 عنہ جیسے شخص کی جس طرح سے مخالفت اور
 نافرمانی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑتے

نظمْن اِلٰی عُوْلَادِ الْقَوْمِ وَ
نَصَدَقْ قَوْلَهُمْ وَ لَقَبِلْ
لَهُمْ عَهْدًا ! لَا وَلَا
نَرَاهُمْ لِذَالِ الْعَهْدِ اَهْلًا
اَمَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ قَتَلُوْهُ ،
حُلُوْیْلًا بِاللَّیْلِ قِیَامُهُ
كَثِیْرًا فِی الْفَجْرِ حِیَامُهُ
اَحَقُّ لِمَا هُمْ فِیْهِ مِنْهُمْ
۝ اَوَّلِیْ بِمِیْنِ الدِّیْنِ وَ
الْفَضْلِ ، اَمَّا وَاللّٰهِ مَا
حَانَ یَبْدُلُ بِالْقُرْآنِ
النَّصْرَ وَلَا بِالْبَكَارِ مِنْ خَشِیَةِ اللّٰهِ الْخَدَّاءِ ،
وَلَا بِالْهَیَامِ شَرْبِ الْحَرَامِ ، وَلَا
بِالْحَالِسِ فِی حُلُقِ الذِّكْرِ
الرُّكُضِ فِی تَطْلَابِ الصِّیْدِ
یَعْرِضُ بِیَزِیْدٍ فَسَوْفَ
یَلْقَوْنَ غَیًّا ۔
تاریخ الطبری ج -

ص ۴۴۵ ، ۴۴۶

اور ان سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر
میں ہوتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ
تعالیٰ کسی معاملہ کا ارادہ فرمالتے ہیں تو اس کو
ہرگز مالا نہیں جاسکتا، سو کیا اب حسین کے بعد
بھی اس حکمران قوم پر اطمینان کریں ان کے قول
کی تصدیق کریں اور ان کے ہمد کو قبول کریں نہیں
ہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، خدا کی قسم
انھوں نے اس حسین کو قتل کیا حرارت کو دہر
کے نازوں میں کھڑے رہتے اور دن میں کثرت
سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا
ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین
اور فضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے، بخدا
وہ تلاوت قرآن کی بجائے گانے بجالے اور
خوب الہی سے، روزوں کی بجائے، یہ لنگر اور مسرود
کا شغل نہیں رکھتے تھے، نہ روزوں کی بجائے
شراب خواری میں مصروف رہتے تھے، نہ ذکر
الہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے
کو اڑ لگایا کرتے تھے، یہ سب باتیں یزید پر ظن
تھیں، مگر یہ لوگ مغرب و آخرت میں اذیابی
دیکھیں گے۔

اس تقریر کو پھر پڑھیے یہ یزید اور اس کی کوئی فوج کا بیان ہو رہا ہے، یا حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ”شہداء کربلا“ کا، یہ شغل بے نوشی، یہ سیر و شکار کی معروفیت، یہ نغمہ و سرود کے مشغلے کس کے کردار پر طعنے ہیں، کیا یزید کے کردار پر نہیں؟ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا اور پھر ابن زیاد نے کوفیوں کو ترغیب و ترہیب سے حضرت عمو دوح سے غداری پر آمادہ کیا اور عمر بن سعد کو سالار لشکر بنا کر آپ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اسی حکومت اور اس کے کارندوں کے بارے میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں پر ہم کیونکر اطمینان کریں اور ان کی باتوں کو ہم کس طرح سچ جانیں اور ان کے عہد و پیمان پر کس طرح اعتماد ہو کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو قتلہ شیعہ کیا اور یزید جیسے بدکردار کے تابع فرمان ہیں، کیا اس تقریر میں قتیل حسین کی ذمہ داری یزید پر نہیں ڈالی گئی؟ مگر ”داستان گو“ صاحب داستان سرائی میں مصروف اور افسانہ نویس میں کم ہیں۔

یزید کی برائت کے سلسلہ میں داستان سرائی (۴) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

شہادت پر یزید اور یزیدی حکومت کے خلاف آپ کے یوم شہادت سے لے کر آج تک جو احتجاج ہوا اس سے پوری اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے مگر ”داستان گو“ صاحب ابھی تک اس سے انجان بنے ہی تحریر فرماتے ہیں

”اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی، ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی“ (داستان کربلا ص ۲۵)

حالانکہ خود بدولت ہی اپنے پہلے کتابچہ ”حضرت عثمان کی شہادت کیوں اور کیسے“

میں یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی، سیاسی اور تاریخی عظمت بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم، لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازشہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی، جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی“ (ص ۲۰)

تعب ہے کہ یہ مان لینے کے بعد بھی کہ

”واقعہ قتل حسین کے بعد امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی“

داستان کربلا کہنے بیٹھے تو سب کچھ فراموش کر کے بالکل اسحاق بن کئی سچ ہے دروغ گو را حافظ نہا شد

اب ذرا کمال صاحب اپنے حافظ پر زور ڈال کر سوچیں کہ امت یزید اور اس کے بد اعمال عمال حکومت کے خلاف ہو گئی ہے یا ان ساٹھ کوئی ”شہداء کربلا“ کے کہ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہوئے خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ (۷) اور ”داستان گو“ صاحب نے جو یہ بات

بڑے مزے لٹے کہ بیان کی ہے کہ

”خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقے کے مطابق حضرت حسین کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد

خاندان کے پیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔
(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

اگر یہ بات صحیح ہے تو ”داستان گو“ صاحب ذرا بتائیں کہ یہ پیش بہا وظیفے یزید نے اپنی ذاتی اور خاندانی جاگیر سے مقرر کیے تھے یا حکومت کے بیت المال سے، اگر بیت المال سے مقرر کیے تھے تو حضرت زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان ان پیش بہا وظیفوں کے مستحق بھی تھے یا نہیں، اگر مستحق تھے تو پہلے سے کیوں مقرر نہیں کیے اور اگر غیر مستحق تھے تو یزید کو مسلمانوں کے بیت المال میں بے جا تصرف کرنے کا کیا حق حاصل تھا جو اس نے اپنی طرف سے ان کے پیش بہا وظیفے مقرر کر دیے اور یہ حضرات کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

یزید کی جانشینی کی نرالی توجہ (۸) ”داستان گو“ صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ داستان

گھر خنے کے بعد اس کے پس منظر میں واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ”حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ سکے جو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی جمیعت عام لے لی۔

چونکہ مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو یزید بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے

نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا، اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کے امیر نزیہ کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی۔

اس دوران کو فرمیں رہنے والے قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ اگر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ ”میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے

درپے ہوں“ (اخبار الطوال)

نتیجہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیر نزیہ جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسین کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجمع عام میں بیعت کی جائے، وہیں میں بھی بیعت کروں گا۔“

(طبری۔ اخبار الطوال)

لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ آپ کی ہمیشہ گمان اُم کلثوم، زینب، آپ کے برادران ابوبکر، جعفر اور عباس اور آپ کے برادر زادگان یعنی فرزندان حضرت حسن بھی تھے، البتہ آپ کے

ایک بھائی محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل خانہ ان ساتھ نہیں گئے، مدینہ کے کوڑے اور حکام نے کوئی قرض نہیں کیا اور حضرت حسینؑ کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ کہ چلے جانے دیا، راستہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کہیں کوڑے کے شیطان علیؑ کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپؑ کے والد اور آپؑ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اُسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا۔ (اخبار الطوال)

کوڑے کے شیطان علیؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ، یزید کی بیعت کے بغیر مدینہ سے کہ آگئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر جیسے کہ مشہور کیا اور عبداللہ بن سلیمؓ اور حماد بن وداعؓ کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کو ذہن آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن ابیشر کو جو انصاری ہے نکال دیں گے“

حضرت حسینؑ کے پاس صبح یہ دونوں قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد پہنچے۔ پہلی صبح خطوط جن پر دو دو چار چار اشخاص کے دستخط تھے لے کر پہنچ گئے مضمون ایک ہی تھا کہ کوڑے تشریف لائیے اور بیعت لیجئے، غرضیکہ ہر روز صبح و شام کوڑے سے آنے والے قاصدوں کا تانا باندھا گیا، حضرت حسینؑ نے ان تمام خطوط کو بحفاظت رکھا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کے ذریعہ ایک خط اہل کوڑے کے نام جواب میں بھیجا کہ ان آمدہ خطوط کی تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپؑ شروع میں پڑھ چکے ہیں (دعائے کریمہ ص ۲۴۱)

”داستان گو“ صاحب کو ایک ہی سانس میں متضاد باتیں کرنے میں ذرا باک نہیں چنانچہ جہاں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ

”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنایا تھا (ص ۶۱) اسی کے ساتھ بلا توقف یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ

”اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ کام اصحاب رسول و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیر زبیرؓ کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی (ص ۶۱) نیز یہ کہ حضرت معاویہ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر کمانڈوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل عربینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے زبیرؓ کی جانشینی کی بیعت عام لے لی“ (ص ۶۱ و ۶۲)

ناظرین! جانے غور ہے جب بقول ان کے ”نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات ہی معدوم تھے“ تو یہ ”ان ہونی“ کیسے ہوئی اور زبیرؓ کے بارے میں استصواب عام کیوں کر ممکن ہوا؟ ایسی صورت میں اصحاب رسول و ازواج برل (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کی آخری صورت ہوئی؟ اور اگر استصواب عام ممکن تھا جیسا کہ بقول ”داستان گو“ کے زبیرؓ کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ہوا، بلکہ زبیرؓ کے مرجع پر بھی اس کے بیٹے معاویہ نے خلافت کا مسئلہ استصواب ہی پر رکھا، چنانچہ خود ”داستان گو“ کا بیان ہے کہ

”خليفة يزيد کے بعد ان کے صاحبزادہ معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی، معاویہ نے مجلس شوری سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لیے اہل نہیں پاتے، اس لیے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کر لیں

(ص ۲۶)

تو پھر يزيد کی ولی عہدی کی بیعت لینے کی بجائے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی یہی طریق کار اپنایا جاتا تو آخر اس میں کیا قباحت تھی کہ امت مشورہ عام سے جس شخص کو چاہتی خلافت کے لیے منتخب کر لیتی آپ خود ہی صوبہ میں کہ معاویہ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ طرز عمل لائق ستائش ہے یا يزيد کی بے وقت کی ولیعہدی کی بیعت جس کی توجیہ میں ”داستان گو“ صاحب سرگرداں ہیں مگر کوئی بابت بنائے نہیں بنتی (۹) چنانچہ کتاب وسنت سے يزيد کی ولیعہدی کا کوئی مقول جواز پیش کرنے کی بجائے ”داستان گو“ صاحب اس سلسلہ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ ”چونکہ حکومت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بلاد عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو۔۔۔ ایسے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا“

(ص ۲۱)

واقعی يزيد کی ولی عہدی کی جناب نے بہت ہی عمدہ وجہ بیان کی

ع پبلی پٹرک اٹھی نگہ انتخاب کی۔

جناب کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ ”اہل عجم“ کی اطاعت کی خاطر يزيد کی ولی عہدی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور اس بار سے میں ”اہل عجم“ کا اتنا پاس و لحاظ کیا گیا کہ امور سلطنت میں بھی بالکل اپنی کا طریقہ اپنایا گیا۔

تعجب ہے کہ آپ کے مدد و یزید کی دلی عہدی کے بارے میں تو اہل مجہم کا اتنا خیال رکھا جائے، مگر ”مجلس حضرت عثمان غنی“ ان ہی ”اہل مجہم“ کے اتنے غلات ہو کہ ان کے کفر و زندق و لفاق کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس کا قیام عمل میں آئے چنانچہ ”داستان کربلا“ کے آخر میں مجلس کے تعارف اور پروگرام کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ

”چونکہ اولین اہل قلم مولانا ابنہیں محی اقوام میں سے ہوئے ہیں جن کی شوکت و حکومت اور چودھراہٹ مخالفت اسلام کے سبب الی ہی مقدس صحابہ کرام کے ایقان عزم و ہمت اور خلا دی باتوں پر ہونے لگا کہ ہمیں بار بار میں انہوں نے اپنے کفر و زندق اور جذبہ انتقام کو لفاق کی خوشنما یاد میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور عین امت کے حسین کردار اور حقیقی خدوخال پر مغفرت و کف و بات کی گہری تہیں بیٹھ گئیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماحصل زندگی منظور نظر اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کہنا چاہیے۔“ (ج ۱ ص ۳۰۳)

اب خود ہی سد پر لیجئے کہ کیا اپنی اولیٰ اہل مجہم کی خوشنودی کے لیے ”یزید“ کی دلی عہدی کی بیعت کی گئی تھی؟ اور کیا الی ہی کی اطلاع کی خاطر ان کے رسم و رواج کو اپنایا گیا تھا، خوب جناب نے یزید کی دلی عہدی کی تحقیقی کا حق ادا کیا۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(۱۰) یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ پہلے ”داستان گو“ صاحب اس بات پر طنز کر چکے ہیں کہ

”حضرت علیؓ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسنیؓ کے پاس مسجد میں حجب ہو گئے اور ان کی بیعت کی“ (داستان کربلا ص ۱۴)

چنانچہ ان کے الفاظ ہیں کہ

”حضرت علیؑ کے بعد ان شیعیان نے حضرت علیؑ کے بڑے صاحبزادے

حضرت حسنؑ کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی دلی عہدی

کی رسم قائم کی“ (داستانِ کربلا ص ۱۵)

خود فرمایے! یرید کی دلی عہدی کے لیے تو تو جیہیں گڑھی جاتی ہیں اور حضرت حسنؑ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی عہدی پر طنز کیا جاتا ہے، حضرت حسنؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اگر حضرات صحابہ و تابعین برضا و رغبت بیعت کر لیں اور تمام اہل سنت والجماعۃ باحکام

ان کو خلیفہ راشد مان لیں، تو یہ بات قابلِ نکیر ہے کہ باپ کے بعد ”بیٹے کی دلی عہدی کی رسم“

ٹاٹا ہوتی ہے، لیکن اگر یرید کو اپنے باپ کی ہی زندگی میں ولیعہد بنا دیا جائے تو لائقِ تحقیر

ہے، قرینِ مصلحت ہے، کیونکہ ”مجلس عثمانی“ کے شیعیان اموی کی نظر میں ایسی صورت

میں باپ کے بعد بیٹے کی دلی عہدی کی رسم ”یا تو سرے سے وقوع پذیر ہی نہیں ہوتی

یا پھر عین صواب ہے پھر یہ کہنا بھی غلط کہ ”دلی عہدی کی رسم قائم کی“

ولیعہد اور خلیفہ میں جو فرق ہے سب کو معلوم ہے ”داستانِ کو“ صاحب کو علم

نہ ہو تو اور بات ہے، حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت حسنؑ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو کسی کا ”ولیعہد“ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ حضرت مدوح سے عارضی نے بیعت

خلافت کی تھی اور باتفاق اہل سنت و جماعت جب تک کہ آپ نے عہدہ حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض نہیں کیا آپ کا شمار خلفاء راشدین میں ہے

آپ کا زمانہ ولیعہدی تو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو آپ نے زام حکومت سونپی اور اس وقت آپ حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ولی عہد نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی عہد تھے، یرید کی دلی عہدی

کا مسئلہ حضرت حسنؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اٹھا ہے، اب ہم پوچھنا چاہتے

ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور زید کی ولیعہدی کی بیعت کے دوران بقتاعصرہ گزرا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں آخر بلاد عجم میں وہ کوئی فتوحات ہوئیں جن کی بنیاد پر مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ اب بلاد عجم پر مشتمل ہو گیا؟ جو اس سے پہلے نہ تھا، نیز اگر یہ بات صحیح ہے کہ ”ابن عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو، اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو“ تو اس میں زید بن معاویہ ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ کیا خلفاء راشدین حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد و امجاد حکمرانوں کی اولاد نہ تھی؟ کیا تاریخ اسلام میں بس پہلے حکمران حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوئے ہیں؟ مزید یہ کہ داستان گوٹ صاحب تو زید کے بعد صرف ان ہی کو خلیفہ مانتے ہیں کیا مروان کے والد بنو کواہ حکم بھی کبھی کسی زمانہ میں عالم اسلام کے حکمران رہے تھے؟ حوام کو اس طرح گمراہ کرنے سے فائدہ!

بنی ہاشم پر افتراء (۱۱) اور جناب نے بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف جو خلافت کے استحقاق کے ادعا کا دعویٰ منسوب

کیا ہے، اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی سے پہلے بنی ہاشم میں دو خلیفہ ہوئے ہیں، ایک حضرت علی و دوسرے ان کے صاحبزائے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دونوں کا انتخاب خلافت کے لیے ارباب محل عقد نے کیا تھا، ان میں سے خود کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور دونوں اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشدین، ان دونوں کے علاوہ زید کی ولیعہدی کے زمانہ تک بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہو تو ذرا اس کا نام تو بتائیے! خلفاء راشدین کے بارے میں غلط بیانی سے کوئی فائدہ ابنیہ الغرض یہ بیان بھی لیا جائے کہ ”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق

کا دعویٰ کیا گیا، ”تو اس سے کوئی قیامت ٹوٹ پڑی، خلافت کا حق قریش کے لیے نص سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی، اور بنی امیہ میں بھی صرف بنو حرب کے لیے جو یزید کی دلی جمدی ضروری ٹھہری؟ وہ لیے بھی بنو ہاشم کے بارے میں تو جناب کی معلومات قابلِ واد ہیں کہ آپ نے حضرت عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ”شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے“ میں فوجا بنی ہاشم میں شمار کیا ہے (ص ۳۶) حالانکہ وہ قطعاً ہاشمی نہیں۔ بلکہ قریشی اسدی ہیں ہاں یہ صحیح ہے کہ روافض خلافت کو بنی فاطمہ کا حق سمجھتے ہیں اور ان کے مقابل بعض فواحصب بنی امیہ کا، چنانچہ ملائہ ابن عرم نے ”الفعل“ میں لکھا ہے، کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اردن میں ایک شخص نے جو اس امر کا قائل تھا کہ منصب خلافت پر فائز ہونا امیہ کے علاوہ اور کسی کے لیے روا نہیں اس موضوع پر ایک مستقل ایضابھی مدون کی ہے (۴۰ ص ۹۰)

حضرت حسین کے بارے میں افسانہ تراشی | (۱۲) اور داستان گو
نے حویہ لکھا ہے۔

”اس دوران کو نہ میں رہنے والے قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آکر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے، حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتِ حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ میں نہ آپ سے ٹرنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے پلے ہوں“

سو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ان کو یہ افسانہ تراشا ہی چاہیے کہ قاتلان عثمان کے گردہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے برادر بزرگوار حضرت حسن اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ :-

”حضرت حسن فوت ہو چکے تھے“ اور ان کی وفات ۳۹ھ یا ۴۰ھ میں ہوئی ہے اور اسی ”داستان کربلا“ میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

”امر خلافت جو حضرت عثمان کی شہادت کے

بعد ۳۵ھ کے آخر سے مغل ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن کے اس اقدام سے دہک انھوں نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (۴۱ھ کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متحد ہو گئی“ (ص ۱۹)

غرض ۴۱ھ سے لے کر ۴۹ھ یا ۵۰ھ تک پورے نو، دس برس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قلمرو اسلامی کے بلا شرکت غیرے مطلق فرمانروا تھے اور اس لیے ”داستان گو“ ہی کے قول کے مطابق اس وقت

لے کیونکہ شیعان مروان ”مجلس عثمان غنی“ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے ان کے عقیدہ کے مطابق امر خلافت مغل رہا۔

”حضرت معاویہ قاتلین عثمان..... اور قتلہ بازوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیفر کردار تک پہنچانے لگے۔“ (ص ۲۰)

پھر ”قاتلین عثمان“ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کیونکر بچ گئے شاید یہ جواب دیں کہ

”حضرت معاویہ کے در سے قانون کے بہت سے ساتھی روپوش ہو گئے۔“ (”قاتلان کربلا“ ص ۲۰)

تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ خود ان کے ہی لکھنے کے مطابق ”کو ذمہ میں رہنے والے“ قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتحال پر متنبہ کیا۔ الخ“

آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کو کیوں متنبہ کیا؟ جب ان کو ان باتوں کا پتہ چل گیا تھا تو پھر ان قاتلان عثمان کو کیوں کیفر کر دیا؟ یا کہ نہ رہے بالسن نہ بیکے بھڑی۔ ”داستان گو“ صاحب جھوٹ سے بات کہیں نہ کرتی ہے! معاملہ اور الجھ جاتا ہے!

غلط حوالہ دینے کی تو ”داستان گو“ صاحب سے شکایت ہی کیا، وہ تو ان کی پرانی عادت ہی بنے بھڑی کے حوالوں کی تصدیق ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے کہ ”داستان گو“ صاحب نے کس طرح سچ میں جھوٹ لکھ کر صورت کو افسوس کا سمجھا ہے۔ یہاں بھی وہی کاروائی فرمائی اور ان اشرف کوفہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہور حلیل العذر صغابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حجر بن الادبر، حجر الخیر کے نام سے معروف ہیں) کے قتل کیے جانے کی خبر لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، ”قاتلان عثمان“ کی ہمت لگادی ہے، حضرت حجر بن عدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان اشرف کو ذکا قتل عثمان سے کئی دور کا بھی تعلق نہیں، یہ سب ”داستان گو“ صاحب کی بنائی ہوئی بات ہے، اہل علم ”الاجار الطوال“ سے جس کا ”داستان گو“ صاحب نے حوالہ دیا ہے مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت حسین کو مطعون کرنا (۱۳) اور بیعت یزید کے سلسلہ میں جو ”داستان گو“ صاحب کا یہ بیان ہے کہ

”میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسینؑ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجھے عام میں بیعت لی جائے میں بھی وہیں بیعت کر لوں گا“ (طبری - اخبار الطوال)

”لیکن دوسرے دن آپ کہہ کے لیے روانہ ہو گئے“ (ص ۲۲)

اس کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط گوئی اور وعدہ خلافی سے متهم کرنا ہے۔ ”تاریخ طبری“ اور ”الاجار الطوال“ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مدینہ سے یہ کہا ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“ یہ بات ”داستان گو“ صاحب نے اپنے جی سے بنائی ہے، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو اس کو سب سے پہلے اس بات کی فکر تھی کہ اہل لوگوں سے کس طرح بنا جائے، جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی ولیعهدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ فوراً ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نام سے اس وقت مدینہ کا گورنر تھا ایک چھوٹے سے پرچہ پر جو بقتول مؤرخ طبری ”چوہے کے کان“ کے برابر تھا (کافہنا اذن فادۃ) یہ فرمان لکھ کر بھیجا۔

اما بعد فخذ حسیناً وجد اللہ
بن عمر وجد اللہ بن الزبیر بالبیعة
اخذاً شديداً لست فيه رخصة
اما بعد بیعت کے سلسلہ میں، حسین عبد اللہ
بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو پوری سختی کے
ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کریں

حتى يبايعوا والسلام - انہیں رخصت نہ لے پائے

(تاریخ الطبری ص ۳۳۸) والسلام -

ولید کو زید کا یہ حکم ملا تو وہ قنہ کے خوف سے گھبرا گیا، مروان اور ولید بن ابی بن تھی، لیکن صراط کی نزاکت کے پیش نظر اس نے مروان کو مشورہ کے لیے طلب کیا اس شقی نے آتے ہی جو مشورہ دیا وہ سننے کے قابل ہے۔

عليك بالحسين بن علي وعبد الله
بن الزبير، فابعث اليهما الساعة
فان بايعا ولا فاضرب اعناقهما
قبل ان يعلن الخبر
تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی
اور جعفر بن زبیر کو بلوا لو اگر وہ دونوں
جست کر لیں تو خیر در نہ دونوں کی گردنیں
بار دو، یہ کام معاویہ کی خبر مرگ کے
اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔
(الاجار الطوال ص ۲۲۷)

ولید نے مروان کے مشورہ کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو ان دونوں حضرات کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جو اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، ولید کا پیام پہنچا تو ان حضرات نے عبداللہ سے فرمایا تم چلو ہم آتے ہیں، وہ چلا گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ "اس بے وقت کی طلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

لے الوصفه ديغوهي کے الفاظ میں فلا وورد ذلك على الوليد فظع به وخاف الفتنة
(الاجار الطوال ص ۲۲۷) جب ولید کے پاس یہ حکم پہنچا تو وہ گھبرا گیا اور اسے قنہ کا
اثریشہ ہوا۔

مٹے یہ بھی واضح رہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں مروان کی جان بخشی کی تھی۔ اس ناسپاس نے اس کا یہ بدلہ دیا۔

”میرا لگان ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا اس لیے بیعت کے لیے ہمیں بلا بھیجا ہے“ اسی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا ”میں بھی یہی سمجھتا ہوں“ اس گفتگو کے بعد دونوں حضرات اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ گھر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں اور موافق کو جمع کر کے ”دارالامارۃ“ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کو ہدایت کی کہ دروازہ پر ٹھہرے رہو اور اگر اندر سے میری آواز سوتو ”دارالامارۃ“ میں نہ جانا یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے، ولید نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنا کر زید کا فرمان دکھایا اور اس کی بیعت کے لیے کہا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرابت کے بعد فرمایا کہ

أَمَّا سَأَلْتَنِي مِنَ الْبَيْعَةِ فَأَنْ بَيْعَتُكَ مَرْءٍ مِمَّنْ سَأَلْتَنِي عَنْ بَيْعَتِهِ مَرْءٌ
مَنْ لَا يُعْطَى بِبَيْعَتِهِ مَرْءٌ
ولا اراک تجزئ بھا منی
سواء دون ان تظھرھا علی
رؤس الناس علانیة۔
بیعت کے بارے میں جو سہم نے مجھ سے کہا ہے تو مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میری خفیہ بیعت کو کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ تم بر ملا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

ولید نے کہا اجل (ہاں ہاں)۔ اس پر آپ نے اس سے فرمایا۔

فَاذْخَرْتُ اِلَى النَّاسِ وَدَعَوْتُهُمْ اِلَى الْبَيْعَةِ دَعْوَتَا مَعَ النَّاسِ فَكَانَ امْرَءًا
واحداً (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۳۰) ساتھ ہی بلا لینا، تاکہ معاملہ یکساں رہے۔ اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“

بلکہ آپ معاملہ کو لوگوں کے اجتماع پر لانا چاہتے ہیں، پھر ابھی بیعت لینا شروع نہیں ہوا۔ جیسا کہ ”داستان گو“ صاحب نے لکھا ہے بلکہ آپ کو بے وقت بلوا کر خفیہ طور پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا جا رہا تھا، جس سے آپ نے حکمت عملی کے ساتھ

بہلو تہی فرمائی، بہر حال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قائل کیا تو اس نے آپ کو ”دار الامارۃ“ سے جانے کی اجازت دے دی، اس پر مروان نے پھر ولید سے کہا

والله ان فارقت الساعة خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بغیر بیعت کیے
ولم یبایع لا قدرت منہ تیرے پاس سے چلے گئے تو پھر کبھی بھی تو ان
علیٰ مثلها ابدا حتی تکثر سے بیعت لینے پر اس وقت تک قادر نہ ہو
القتل بینکم و بینہ اجس سکے گا جب تک کہ تمہارے اور ان کے امین
الرجل، ولا ینخرج من کثرت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں اس شخص کو
عندک حتیٰ یبایع او تضرب کو قید کراد جب تک کہ یہ بیعت نہ کر لے یا
عنقہ۔ اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے، یہ تیرے پاس
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰) سے لکھنے نہ پائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ہی مروان کی زبان سے یہ سنا کہ وہ کہ
اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل آئے کہ

یا ابن الزرقاء انت اور قناد مروان کی ماں کا لقب، کہے پچھے تو
نقلنی ام هو؟ کذبت مجھے قتل کرے گا یا یہ، خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا
والله و التمت۔ ہے اور گناہ اپنے سر لیتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح صحیح سلامت نکل جانے پر
مروان بٹا برہم ہوا اور ولید سے کہنے لگا۔

عصیتنی، لا والله لا تو نے میری بات نہ مانی، خدا کی قسم اب وہ
یمکنک من مثلها کبھی تجھ کو اس بارے میں اپنے اوپر قابو
من نفسہ ابدا۔ نہیں دیں گے۔

دلید نے مروان سے کہا ”مروان یہ زجر و توجیح کسی اور کو کر تو میرے لیے وہ بات پسند کر رہا ہے جس میں میرے دین کی سراسر بربادی ہے

واللہ ما احب ان لی ما طلعت
خدا کی قسم حسینؑ کے قتل کے عوض اگر مجھ کو مشرق
علیہ الشمس و غربت عنہ من
و مغرب میں تمام دنیا کا مال اور اس کی سلطنت
مال دنیا و ملکھا، وانی قلت
بھی ملے تو پسند نہیں، سبحان اللہ اکیا میں
حسیناً، سبحان اللہ! اقل حسیناً
حسین کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ وہ
ان قال لا ابا یعر! واللہ انی لا ظن
کہتے ہیں ”میں بیعت نہیں کرتا“ بخدا مجھے
امراً یحاسب بدم الحسن لضعیف
یقین ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن
المجران عند اللہ یوم القیامۃ
اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسین کے خون کتاب
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۴۰) لیا جائے گا، میزان میں اس کا پلہ ہلکا ہو گا۔

اس پر مروان جھلا کر بولا، اچھا تمہاری بی بی رائے سے تو پھر تم نے ٹھیک کیا۔ یہ ہے اس واقعہ کی تفصیل جو تاریخ طبری سے نقل کی گئی۔ ”لما صار الطوال“ اور تاریخ طبری دونوں کا مضمون واحد ہے، فرق ہے تو بس اجمال و تفصیل کا۔ مورخ دیویری نے بیان واقعہ میں اجمال سے کام لیا ہے اور مورخ طبری نے تفصیل سے، مگر ”داستان گوا“ صاحب کو پوری داستان میں بس آٹھ ہی یاد ہے جو ان کی قلم سے نکلا اور پھر ذریعہ داستان کے لیے دونوں کتابوں کے حوالے سے واقعہ کا وہ المناقشہ کہینا ہے جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ کا پہلو عیاں ہو کہ انہیں یزید و مروان سے عقیدت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیر۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کو ”بیعت غلامت“ سمجھتے تھے اس لیے وہ اس سے کیوں بیعت کرتے چنانچہ امام ابن خرم غامری، ”الفصل فی الملل والادوار والنحل“ میں فرماتے ہیں

رأى انها بيعة ضلالة حضرت حین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں
(۲۰۶ ص ۱۰۵ طبع ۱۳۲۱ھ) یزید کی بیعت ”بیعت ضلالت“ تھی۔
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

انما انکرم انکرم من الصحابة ورضی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم میں سے
اللہ عنہم ومن التابعین بیعة یزید بن جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور
معاویۃ والولید وسلیمان لانہم کافوا سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ اس
غیر میں خیسین (ج ۲ ص ۱۶۹) لیے کیا کہ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔

”داستان گو“ صاحب نے مؤرخ طبری کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے اس
کی نتیجہ کے سلسلہ میں یزید کے برے کردار پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس پر دوبارہ نظر
ڈال لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت حین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا ہے،

فاظن ابن حزم اندلسی نے بھی اپنی مشہور کتاب ”مجموعۃ النساب العرب“ میں یزید کے
کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل
ہے فرماتے ہیں۔

ویزید امیر المؤمنین وہاں قبیح اور یمامیر المؤمنین جس کے اسلام میں برے

نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ بالہ میں یزید کو داعیان ضلال ہی میں شمار کیا ہے
چنانچہ ان کے الفاظ میں ودعاۃ الضلال یزید بالشام وبقراہ العراق (ج ۲ ص ۲۱۳) اور کتاب کے آخر
میں فرماتے ہیں ومن القرون الفاضلة القاقا من هو منافق او فاسق وضلوا الحجاج
ویزید بن معاویۃ ومنتخار (اور قرون فاضلہ میں بھی باجماع ایسے افراد ہو گزرے
ہیں جو منافق یا فاسق تھے جیسے کہ حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار تھے)

الاثر، فی الاسلام، قتل اہل
 المدینۃ و افاضل الناس و بقیۃ
 الصحابۃ، رضی اللہ عنہم، یوم الحرة
 فی آخر دولتہ، و قتل الحسین رضی
 اللہ عنہ و اہل بیتہ فی اول دولتہ
 و حاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ
 فی المسجد الحرام و استخف
 محرمۃ الکعبۃ و الاسلام فاماتہ
 اللہ فی نکتۃ الامام، و قد کان
 غزائی ایاہ ابیہ القسطنطینیۃ
 و حاصرہا (ص ۱۱۲ طبع مصر ۱۳۸۲ھ) محاصرہ بھی کیا تھا

واضح رہے کہ ”جمہور الناب العرب“ ”خلافت معاویہ و یرید“ میں محمود احمد عباسی
 کا بڑا اہم ماخذ ہے، عباسی صاحب نے بنو ہاشم و بنو امیہ کی باہمی قرباتوں کو بیان کرتے
 ہوئے اکثر اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، امام ابی حزم نے صاف تصریح کی ہے کہ حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل قاتل یرید ہے کہ اسی کے حکم پر، ان کی شہادت عمل میں
 آئی اس دور کے ناہبی اب یرید کو خونِ حسین سے بری کرنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہے
 ہیں اور طرح طرح کی افتراء پر دازی میں مشغول ہیں۔

کتاب کا غلط حوالہ (۱۴) اور داستان گو صاحب نے ”الانبار الطول“
 کے حوالہ سے جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ

”ماستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، جواب
 دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کہیں کوفہ کے ضلعان

علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا
(اخبار الطوال) (داستان کربلا ص ۲۳)

وہ الاخبار الطوال میں کہاں ہے تصحیح نقل کرنا چاہیے۔ ہمارے پیش نظر ”الاخبار الطوال“ کا جدید طبع شدہ نسخہ ہے جو ۹۴۰ھ میں قاہرہ سے شائع ہوا اور عبد النعم عامر نے متعدد قدیم نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے اگر ”داستان گو“ صاحب کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اس بھی اصرار ہو تو اصل عربی عبارت پیش کی جائے۔
صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد پر طعن (۱۵) اور یہ جو داستان گو صاحب نے اخبار

الطوال کے حوالے سے لکھا ہے کہ

”کوفہ کے شیعیان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین و یزید کی بیعت کئے بغیر مدینہ سے کرا گئے ہیں، تو انھوں نے سلیمان بن صرد کے گھر منہ کر مشورہ کیا اور عبد اللہ بن سلیم جہانی اور عبد اللہ بن وداک سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کو جو انصاری ہیں نکال دیں گے“
(داستان کربلا ص ۲۳) الخ

تو واضح رہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم القدر صحابی ہیں حافظ ابن کثیر ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھتے ہیں۔

وقد کان سلیمان بن صرد الخزاعی حضرت سلیمان بن صرد خزاعی رضی اللہ عنہ

لے بطور نسخہ میں طباعت کی غلطی سے ”الخزاعی“ بن جائے الخزرجی“ چھپ گیا ہے
القیہ رشید صفواندہ

صحابياً جلیلاً نبیلاً عابداً زاهداً، میل اللہ صاحب فضل و کمال عابد زاہد
 روی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ
 احادیث فی الصحیحین وغیرہما علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں جو
 د شہد مع علی الصنفین۔ صحیحین وغیرہ میں منقول ہیں، صحیفین کی
 جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (ج - ۸ ص ۲۵۵)
 کے ساتھ موجود تھے۔

اپنی زیادہ سنے کو فہمیں اگر جس طرح وارگیر شروع کر رکھی تھی اور خوف و دہشت
 کا سماں پیدا کر کے ہر طرف سے جو نا کہ بندی کر دی تھی اس میں صحیح واقعات کا غنحصین
 کہ بھی بروقت علم نہ ہو سکا جو وہ موقع پہ پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 کو آتے اور نہ اس امر کا پہلے سے اندازہ تھا کہ یہ اشیاء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو راہ ہی میں روک کر اس بیدردی سے شہید کر ڈالیں گے، جیسے کہ خود اہل مدینہ کو بھی حضرت
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح اچانک شہید کر دیے جانے کا خیال بھی نہ تھا،
 بہر حال کو فہمیں ایسے بہت سے غلصین تھے جو دل سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے ہوا خواہ تھے، مگر انھیں بروقت آپ کی مدد کو پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔
 اپنی لوگوں میں یہ بھی تھے، لیکن بعد کو اس کوتاہی پر سخت نادم ہوئے اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مگر محمد و احمد عباسی کی تاریخ والی یا غلط بیانی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت
 سلیمان بن مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تودہ سبائی لیڈر بتاتے ہیں اور مسلم بن عقبہ مری کو
 جس کے ہاتھوں مدینہ پاک کی حرمت خاک میں ملی اور سینکڑوں صحابہ تابعین کا قتل عام ہوا
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہم صحابی“ حالانکہ سلف علماء جب اس مسلم کا ذکر کرتے
 ہیں تو بھانے مسلم“ کے اس کو“ مسرف“ یا“ مجرم“ کے برے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میں پابندِ فدا نہیں کا لشکر لے کر خونِ حسین کا انتقام لینے کے لیے شامیوں کے مقابلہ میں نکلیے۔ یہ لشکر تاریخ میں ”قواہین“ کے نام سے موسوم ہے، امیر القواہین یہی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ”عین الوردہ“ کے مقام پر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۶۵ھ کو عید اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ شروع ہوا اور تین دن تک دونوں لشکروں میں معرکہ کارزار گرم رہا، تیسرے روز ۲۴ جمادی الاولیٰ کو نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے باجم شہادت نوش کیا، اس وقت ان کی عمر تیرانوے سال تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق انہوں نے تو ان کو کوفہ سے نکال دینے ہی کے لیے لکھا تھا، مگر ناصیوں کے مدد و مروان نے تو اپنی حکومت کی ابتداء ہی حضرت عصفور کے قتل سے کی تھی، چنانچہ امام ابن حزم غامدی ”بہرۃ النساب الحرب میں رقمطراز ہیں

والنعمان بن بشیر اول مولود ولد فی الانصار بعد الهجرة، افتتم مروان دولته بقتلہ و سبق الیہ رأسه من حمص، رضی اللہ عن النعمان ولا رضی من قاتلہ“ (ص ۲۶۴) سے راضی ہو اور ان کے قاتل سے راضی ہو

یہ بھی صحابی ہیں، جنگِ صفین میں جنابِ مساویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے ان کو یمن کا اودیزید نے کوفہ کا گورنر بھی بنایا تھا، یزید کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کر لی تھی اور انھوں نے ان کو حمص کا والی بنا دیا تھا، اس لیے مروان نے ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔
”داستان گو“ صاحب ”قواہین“ کے واقعہ سے انجان ہیں وہ اپنی داستان

اس وقوعہ کے تین ماہ بعد مختار ثقفی کے قصہ سے شروع کرنے ہیں
داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر (۱۶) چنانچہ "داستان گو" صاحب
 نے واقعہ کربلا کے بارے میں جو داستان

تصنیف فرمائی ہے اس کا ڈراپ سین اس طرح ہوتا ہے۔

"خلیفہ یزیدؓ کی وفات سے حضرت مروانؓ کے خلیفہ ہونے تک دو سال کی
 مدت بنتی ہے، اس مدت میں عبداللہ بن زبیر کا دعویٰ خلافت اور خوارج
 اُجلیں جاری رہیں، لیکن قتل حسین کے متعلق اس دوران بھی کوئی اُواز ایسی
 نہیں اُٹھی، جس میں خلیفہ یزید یا بنی امیہ کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو،
 حالانکہ حضرت مروان کی خلافت کے قیام تک حضرت حسین کے قتل کے
 واقعہ کو چار سال لُذر پختے تھے، عبداللہ بن زبیر بھی زندہ تھے اور اپنی خلافت
 کے مدعی تھے۔ رمضان ۶۵ ہجری میں مختار ثقفی نامی ایک شخص کو ذمہ لیا
 اور اس نے خون حسین کے انتقام کا خفیہ پروپیگنڈہ شروع کیا ".....
 اس شخص نے رفتہ رفتہ خفیہ طور سے ایک گروہ اکٹھا کر لیا اور آخر کار
 ۶۶ھ میں حضرت حسین کے قتل کے ۶ سال بعد خون حسین کے انتقام کا
 نعرہ اُس نے بلند کیا اب بھی الزام بنی امیہ اور خلیفہ یزید پر نہیں لگایا گیا کہ
 مختار خون حسین کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔....."

خون حسین کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے
 بعد اموی حکومت کی مخالفت میں موڑ دیا گیا اور پھر جس گروہ نے یا جس شخص

لے۔ سابق میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شہادت حسین کے
 معاً بعد یزید کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور قتل حسین کے سلسلہ میں اس پر کبیر کی تھی۔

نے بھی مسلمان حکومتوں میں خروج و بغاوت کے لیے کمر باندھی اس نے قتل حسین کے لعرہ کو ہی اپنا فتور بنایا، اس کے بعد ہی اس واقعہ سے متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں میں مشہور چلی آ رہی ہیں، اگرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے ہوئے قصوں کا رد کیا ہے اور بہت سے اہل علم و تحقیق شیعہ عالموں نے بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔

بہر حال یہ ہے کہ بلا کی سچی اور تاریخی داستان ”داستان کربلا“ ۲۶ تا ۲۹

ہم اس مکمل ہوئی افترا پر ۱۰ ازی پر جس کو احمد حسین کمال ”سچی اور تاریخی داستان“ بتلاتے ہیں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

بھلا اہل سنت کے محقق علماء میں سے کسی ایک عالم کا بھی نام لیا جاسکتا ہے جو اس بات کا قائل ہو کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری یزید کی ساموی حکومت اور اس کے بد اعمال عمال پر عائد نہیں ہوتی بلکہ آپ کے قاتل و ماصل وہ آپ کے ساتھ کوئی رفقاء ہیں جو کہ منظر سے لے کر کربلا تک آپ کے ہم کاب تھے اور جنہوں نے آپ ہی کی رفاقت میں میدان کربلا میں شہرت شہادت نوش کیا اور پھر آپ کی شہادت کے ٹھیک چھ برس بعد آپ کے خوبی ناصحتی کی جھوٹی تہمت ناکر ذمہ گناہ خلیفہ یزید اور اس کی حکومت کے کارندوں کے سر قھوپ دی گئی اور پہلا شخص جس نے یہ تہمت طرازی کی اور پھر اس کا غلط پردہ بگینڈہ کیا وہ مختار ثقفی ہے، چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ساری ”امت مسلمہ“ مختار کذاب کے غلط پردہ بگینڈہ سے متاثر ہو کر اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اصل قاتلوں کی بجائے یزید بے چارہ کو برا بھلا کہتی ملی آتی ہے، اس جرات کے ساتھ غلط بیانی ہمارے نزدیک کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا، یہ الف

یلمہ کی کہانی نہیں، سبط پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان ہے اس میں افسانہ طرازی اور داستان گوئی، حد درجہ کی گستاخی اور خیرہ چٹپی ہے، ایسی نازیبا حرکت سناری اسلامی دنیا کی دل آزاری کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ناصیوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت علیؓ و حسینؓ کی تختہ و توہین (۱۷) "داستان کربلا" مکتبی قمی تو قاعدہ کے مطابق "داستان گو"

صاحب کو اپنی داستان واقعات کربلا پر ہی ختم کر دینا چاہیے تھی، مگر جس طرح کسی راضی سے موقع بے موقع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرائے کیے بغیر نہیں رہا جاتا، وہی حال ان کے مقتدی ناصیوں کا بھی ہے کہ یہ بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تبرائے کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور "داستان گو" صاحب کو ان ناصیوں کے نقیب ٹھہرے، پھر بھلا وہ کیسے اس سے باز رہ سکتے تھے، اس لیے انہوں نے مادہ کربلا کا "پس منظر" بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تختہ و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے اور دل کھول کر ان دونوں حضرات پر طعن و طنز کیا ہے۔ چنانچہ "داستان گو" کے الفاظ ہیں

"ان شیعیان علی نے حضرت علیؓ کو کبھی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑایا کبھی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے خلاف کھڑا کیا اور پھر خود یہ شیعیان حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپؓ پر گف کا فتویٰ صادر کیا، ہندوان پر حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی، حتیٰ کہ چھپ کر ایک دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے حضرت علیؓ کی موت واقع ہو گئی،"

("داستان کربلا" ص ۱۲)

خاک بہن گستاخ کیا خوب گویا نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلیفہ راشد نہیں، علم نبوی کے حامل نہیں، فراست دینی سے بہرہ ور نہیں فقہی مسائل سے آشنا نہیں، محض نئے نادان تھے نہ کچھ سمجھ رکھتے تھے نہ شعور جو ان شیعوں کے کہنے میں اگر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جا لڑے اور کبھی ان کے بہکانے سے جناب معاویہ و عمر وہ بنی عامس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلات اٹھ کھڑے ہوئے اور ان نامیبوں کے بڑے بھائی خارجیوں کا کچھ ذکر نہیں، شاید دنیا میں ان کا جوہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہروان کے مقام یرجی لوگوں نے جنگ کی وہ خوارج نہیں بلکہ ان لوہا صب کے پیش رو "شیعیان علی" تھے، جن کی تقلید میں "مجلس عثمان غنی" نے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ رکھی ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ کے وجہ کا قاتل بدلہ لے کر بنی امیہ مرادی قطعاً خارجی نہ تھا، جیسا کہ اسلامی دنیا آج تک مہر و کرتی ملی آئی ہے جبکہ مجلس کے "داستان گو" کی سچی اور تاریخی داستان کے مطابق "شیعیان علی" کا ایک نسخہ تھا اشار اللہ کیا کہنے اس داستان گوئی کے، داستان ہو تو ایسی ہو، کہ حس میں کہیں سچ کا شائبہ بھی نہ نکلتے۔

ایک نئی دریافت | ۱۸۶ | اور خلیفہ کی انہی دریافت ہے

”در اصل یہ شیعیان علی، تاتارین عثمان کا ہی گروہ تھا جو حضرت علی کے گرد جمع ہو گیا تھا، آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کر اکر کو ذلے آیا اور سجائے اس کے کہ حضرت علی کی خلافت کو مستحکم بننے دیتا، انھیں کبھی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے لڑا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہؓ سے جا لڑایا، جب حضرت علیؓ نے چاہا کہ صلح صفین کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں، تو ان شیعیان علی نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے غلات بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک

دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برباد ہو سکے۔“

(داستان کربلا ص ۱۵)

(۱) معلوم ہوا، خاک بہن گناخ (ونعوذ باللہ من ہذا الخرافات) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان شیعیان علی کے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں، کسی مسلمان نے ان سے خلافت کی بیعت ہی نہیں کی، لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے نامبلیوں کی طرح وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کریں۔ ”داستان گو“ صاحب نے اپنی داستان میں یہ وضاحت نہ کی کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس عقیدہ کے حامل تھے۔ اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے یا اہل تشیع کے، جہاں انہوں نے تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی خلافت کے بارے میں یہ مضمرات و کمزوبات جمع کی تھیں، وہاں اگر وہ دو حرف اس سلسلہ میں بھی سپرد قلم فرمادیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا، امت کو ایک اور نئی بات معلوم ہو جاتی اور خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شخصیت کے بارے میں بھی ان نامبلیوں کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا۔

(ب) یہ بھی تہہ جلا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوئی با اختیار خلیفہ نہ تھے بلکہ سبعمان علی کے ہاتھوں میں جو دراصل اٹلان عثمان تھے بالکل بے بس تھے مگر اس کے باوجود اقتدار سے چپے ہوئے تھے، انہوں نے خلافت کا مرکز مدینہ سے نقل کر لیا اور یہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے آئے، حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر باد کہہ دیا اور ذرا خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہیں، یہ ”شیعیان علی قاتلان عثمان“ جب چاہتے جس سے چاہتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا لڑاتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہر وقت لڑنے کو مجبور دہرتے تھے کبھی انکار ہی نہیں کیا، جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لڑنے کو کہا ان سے لڑنے پہنچ گئے اور جب ”صفین“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کو کہا تو

وہاں آکر لڑنے لگے، گویا با اختیار خلیفہ نہیں بلکہ ان "شیعیان علی قاتلان عثمان" کے ہاتھوں کھٹپٹی بنے ہوئے تھے، (معاذ اللہ من ہذا کاذیب)

(ج) یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اخیر زندگی میں حضرت ممدوح نے چاہا بھی کہ صلح صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو ان "شیعیان علی" نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے فلات لغات کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برد ہو سکے "نخارج" کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ اراکین "مجلس عثمان غنی" کے بڑے بھائی تھے۔ یہ ناجسی تو صرف حضرت ممدوح کی تحقیق و تجہیل پر قناعت کرتے ہیں اور وہ ان سے دو قدم آگے نعوذ باللہ حضرت کی تکفیر کے مرتکب تھے۔ لہذا "مجلس عثمان غنی" کا فرض ہے کہ اپنے ان محبوب و محترم بھائیوں کی جنتی بھی پردہ پوشی کی جاسکے کرے، کیونکہ ان کا نام لینے سے اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کے بزرگوں کی توہین کریں گے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے "مجلس عثمان غنی" کے یہ بد باطن ناجسی کس کس طرح سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تبراکرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان اس کو بھی شیعوں کی تردید ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ شیعوں کی تردید نہیں حضرت علی و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے بغض و عناد کا اظہار ہے۔

حضرت حسن کے بارے میں داستان سرانی

(۱۹) اب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں "داستان گو" صاحب نے جو داستان سرانی کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"حضرت علیؓ کے اہل ان شیعان نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو ان کا جائزین خلیفہ بنا کر، باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی، پھر اس گروہ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ بھی سرگشی شروع کر دی، آپ کی امانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک لوچ کر

اتالیے حتیٰ کہ گھر میں عورتوں کے سامان و لباس تک پر دست درازیاں کیں،
 بالآخر حضرت حسن نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ ان "قاتلانِ عثمان" سے جو شیعیانِ علیؑ
 بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ بھی کر رہے ہیں، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بھائیوں
 سے لڑنے میں بھی لگے ہوئے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بیٹھ سکیں
 اور شرارت سے باز نہیں آتے جس نجات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہؓ
 کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمان امت کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ
 "قاتلانِ عثمان" کو کیفرِ کربلا تک پہنچائیں اور ان کی شرائیکریوں سے امت
 کو بچائیں۔ (دہستان کر بلا ص ۱۵: ۱۶)

حضرت علیؑ کے بعد یہ ہی سلوک ان شیعیان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ
 کیا، پہلے آپ کو اپنے والدہ حضرت علیؑ کا جانشین بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت
 کی، پھر کچھ دن بعد آپ کی توہین کی، آپ پر حملہ کیا، آپ کی ران زخمی کر دی
 اور آپ کا سامان لوٹ لیا، چنانچہ حضرت حسنؑ نے ان کے اس طرزِ عمل سے
 بدول و بالوس اور ہزار ہو کر اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 برادرِ بستی کا متنب و وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حسین

اور اپنے تمام اہلِ خانہ پر بیعت کر لی۔ (دہستان کر بلا ص ۱۶)

معلوم ہوا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 بھی خلافت کی بیعت کرنے والے یہی "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہیے
 کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد ماننے سے انکار کر دیں، اہل سنت خواہ مخواہ آج تک ان دونوں
 حضرات کو خلیفہ راشد مانتے چلے آتے ہیں۔

تیز جس طرح ان "قاتلانِ عثمان شیعیان علیؑ" نے لعو ذبا للہ دروغ برگردن گستاخ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھلوانا بنا رکھا تھا کہ جس سے چاہتے تھے جب چاہتے تھے حضرت کو لڑا دیتے تھے اور حضرت بلاتامل لڑنے چلے جاتے تھے، اسی طرح انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنا آلہ کار بنانا چاہا۔ مگر صاحبزادے باپ سے زیادہ ذہین نکلے اور معاملہ کی یہ تک جلد ہی پہنچ گئے، لہذا ان سے نہایت حاصل کر لے کی بس ایک یہی راہ سمجھیں آئی کہ

”حضرت معاویہؓ کہ ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمانوں کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ وہ قاتلان عثمان کو کفر گردار تک پہنچائیں اور ان کی شرانگیزیوں سے امت کو بچائیں“

۵۔ خط فرمایا آپ نے حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے اجراء حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کا اس ناہمی ”داستان گو“ نے کیا سماں باز دھا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب نے داستان گوئی کا حتی ادا کر دیا، کیا مجال جو کوئی سچی بات درمیان میں آنے پائے، اپنے بزرگ و محترم خارجیوں کے خزانم کو بھی جن کی منہوی ذریت یہ ناہمی صاحبان ہیں ان ”قاتلان عثمان شیعان علی“ ہی کے نامہ اعمال میں درج کر دیا، ان خارجیوں نے اگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو شہید اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی نہیں کیا تھا؟ کیا وہ ان کی زد سے بچ گئے تھے؟ پھر ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟

حضرت حسین کی تکمیل (۲۰۱) بہر حال ”داستان گو“ صاحب یہ یاد رکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اس صورت حال سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور ”قاتلان عثمان“ کے درغلا نے میں آکر ناحق اپنی جان گوانی، جس کی تفصیل ”داستان گو“ صاحب کے الفاظ میں یہ ہے

”حضرت حسین جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی

جوانی کا عہد گزر گیا تھا اور بڑھاپا اچکا تھا، حضرت حسین اس فداکار سلوک کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے جو شیعان علی نے ان کے والد حضرت علیؑ ساتھ کیا تھا۔۔۔۔۔ حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ (ص ۱۲، ۱۳) حضرت علی کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، قاتلین عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے (ص ۱۷) قاتلین عثمان کے گمراہی کے غرض سے جو اپنے آپ کو "شیعان علی" کہتے تھے، آپ نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو مکہ اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ (ص ۱۹) لیکن قاتلین عثمان "مایوس نہیں ہوئے اور حضرت علی کے اہل خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اگسٹ کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے حوالہ پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو، اپنی وفات سے پیشتر۔۔۔۔۔ اپنے بیٹے یزید کے لیے ہانیشی کی بیعت عام لے لی۔ اس دوران کوفہ میں رہنے والے "قاتلین عثمان" کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسنؑ فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آ کر حضرت حسینؑ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص ۲۰، ۲۱)

سلسلہ میں حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر فرید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی (ص ۲۲) کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ، یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انھوں نے اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (ص ۲۳) حضرت حسینؑ کا قتل ان

کوفیوں نے کیا جو آپ کو کوسے لے کر آئے تھے (ص ۲۴)

غرض جناب ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود ان قاتلان عثمان کے دو غلے میں آکر اپنے والد بزرگوار کی طرح طلب خلافت میں جان دے دی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے برادر بزرگوار کی طرح ”قاتلین عثمان“ کے گروہ کے زعم سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو نکال کر یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ ہے وہ تاثر جو ”داستان گو“ صاحب مسلمانوں کو ”داستان کربلا“ لکھ کر دینا چاہتے ہیں

قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضرور می تقفح | یہ بات اچھی طرح

ذہن میں رکھنا چاہیے کہ

”داستان گو“ صاحب بار بار ”قاتلان عثمان“ اور ”شیان علی“ کے الفاظ کی تکرار اس لیے کرتے ہیں تاکہ اہل سنت کے جذبات بھڑکا کر وہ اپنا اوسیدھا کریں۔ یاد رہے وہ ہر جگہ اہل الفاظ کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں

”خليفة ثالث حضرت عثمان حنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال شہادت کے

سامنے نے امت مسلمہ کو دھو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصہ ان مسلمانوں

پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کر دیا تک پہنچانا

چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان مل جل گئے

تھے اور انھیں مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی کاروائیوں میں

مصروف تھے، حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگوں کی اصلاح

یہی تھی“ ”داستان کربلا“ ص ۱۶، ۱۷

”داستان گو“ کے اس فریب کو سمجھنے کے لیے اولاً ”قاتلان عثمان“ کے معاملہ پر غور

کیجئے، قاتلین عثمان کے سلسلیں اصل متقی طلب یہ امر ہے کہ واقع میں ”قاتلین عثمان“ ہیں کون؟ کیا وہ چند شر پسند جو اس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے تھے اور جنہوں نے اس فعلِ شنیع کا ارتکاب کیا تھا؟ یا وہ سب مظاہرین جو آپ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے ظاہر ہے کہ شرعاً اور قانوناً آپ کے قتل کے مجرم وہی اشخاص ہیں جو براہِ راست اس فعلِ شنیع کے مرتکب ہونے خود آپ پر حملہ آور ہوئے یا آپ پر حملہ کرنے میں مدد کی، ایسے لوگوں کی تعداد خود ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق پانچ افراد سے زیادہ نہیں، جن کو وہ شیعوں کی ضد میں ”پنج تن“ کہہ کر پکارتے ہیں، ان پانچوں قاتلوں کے نام ”داستان گو“ صاحب نے یہ لکھے ہیں۔

(۱) محمد بن ابی بکر

(۲) کنانہ بن بشر

(۳) غافقی

(۴) عمرو بن حق

(۵) سواد بن حران

بعد کو ”داستان گو“ صاحب نے کلثوم بن نجیب نامی ایک شخص کو بھی قاتل لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کا قاتل تھا۔ اگر اس کو بھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دیتے ہیں تو ان کی ”پنجتن“ کی پہلی غلط ہو جائے گی کیوں کہ اب قاتل ”پنجتن“ کی سبائے ”شش تن“ بن جائیں گے۔ بہر حال ان نامزدگان میں حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے غلط ہو ”داستان گو“ صاحب کا مجلس عثمان غنی“ سے شائع کردہ بیٹا کتا پتہ ”حضرت

(ص ۸۰۷)

عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟“

تو صحابی ہیں اور متعین محدثین کی تصریح کے مطابق کسی صحابی رسول کی شرکت قتل عثمان میں ثابت نہیں۔ اسی طرح محمد بن ابی بکر صدیق کے متعلق بھی صحیح یہی ہے کہ وہ قتل کے ارتکاب میں شریک نہ تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈارحمی غرور پرکڑی تھی، لیکن جب حضرت مدوح نے یہ فرمایا کہ بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ حرکت پسند نہ آتی یہ جملہ سننے کے ساتھ ہی وہ شرما کر چمچے ہٹ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ پر دست درازی سے روکنے کی کوشش کی، لیکن کچھ بن نہ پڑا، یہ عجیب بات ہے کہ یہ ناہمی اپنے امام زید اور مردان کو تو ہر طرح بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے خلاف جو کچھ تاریخ اسلام میں مذکور ہے اس کو سبائیوں کی ہوائی باتیں بتاتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کو قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بنانے کے درپے ہیں صرف اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے پاکک تھے اور شیعہ بھی ان کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اور ان پر ”قتل عثمان“ کی غلط تہمت جوڑتے ہیں، جو خلاف واقع ہے، نا صبیوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برادر نسبتی ہونے کی وجہ سے ”خال المؤمنین“ کہتے ہیں اسی رشتہ سے ان کو بھی ”خال المؤمنین“ کہا کریں اور ان کا ادب کیا کریں کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ابجد اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

سودان بن حمران اور کلثوم تمیمی دونوں موقع پر ہی حسب تصریح حافظ ابن کثیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب صرف نافتی اور کنان بن بشر دو شخص رہ جاتے ہیں جو موقع واردات سے کسی طرح فرار ہو گئے تھے

بعد کو یہ بھی قتل ہوئے پنا منچہ ابن جریر طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قاتلین عثمان میں سے کوئی شخص بھی قتل ہونے سے بچ سکا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب منہ آرانے خلافت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ اسی واقعہ کی تحقیق تھی، لیکن وقت یہ تھی کہ نہ تو اولیائے مقتول میں سے کسی نے اس وقت دربار خلافت میں استغاثہ اندر کیا اور نہ قاتلین میں سے کوئی موجود تھا، نہ قتل کی عینی شہادت کسی کے خلاف فراہم ہو سکی، اب کاروائی کی جاتی تو کسی کے خلاف کی جاتی، علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

علی عکاش معذوداً فی ترک قتلہ - حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ
عثمان لان شروط - کرنے میں معذور نہ کیوں کہ
الاستبعاد لوجود - قصاص لینے کے لیے جو شرائط

(منہاج السنہ ج ۱۲۹ ص ۳۰۳) ضروری ہیں وہ موجود ہی نہ تھیں

ظاہر ہے کہ جب اصل قاتلوں کا پتہ ہی نہ چل سکے تو پھر قصاص کس سے لیا جائے یہ بات تو ہوئی ان لوگوں کے متعلق جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے تھے۔ اب رہے وہ مظاہرین جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حویلی کا محاصرہ کیا تھا۔ ان کی حیثیت ماعی سے زیادہ نہ تھی ”داستان گوٹے بھی اپنے پہلے کتابچہ ”حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے“ میں جگہ جگہ ان کو باغی لکھا ہے، باغیوں کے بارے میں فقہ اسلامی کا فیصلہ یہ ہے کہ بغاوت سے باز آ جانے کے بعد ان کو بغاوت کی پاداش میں سزا نہیں دی جائے گی، نیز آغاز بغاوت میں بھی جب تک وہ لوگوں کی جان و مالی سے تعرض نہ کریں ان کو زبانی فحاشی ہی کی جائے گی۔ سمجھایا جائے گا، ان کے شبہ کے ازالہ

کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ فساد و بے نواہت سے باز آجائیں، ہاں اگر وہ زبانی فہمائش سے باز نہ آئے اور انہوں نے خوں ریزی میں پیش دستی کی یا باضابطہ لشکر کشی کر کے لڑنے کو موجود ہو گئے، تو پھر ان سے قتال واجب ہے اب حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خلفاء راشدین کے طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بین محاصرہ کے وقت بھی باغیوں کو زبانی فہمائش ہی پر اکتفا کی اور ہر طرح ان کے شبہات کے انکار کے کوشش فرمائی۔ کیونکہ اس وقت تک ان کا معاملہ خلیفہ وقت کے خلاف مظاہرہ سے آگے نہ بڑھا تھا۔ اخیر میں چند شر پسند جنگی تعداۓ چار پانچ افراد سے زیادہ نہ تھے، اچانک اشتعال میں آ گئے وہ چوروں کی طرح پڑوس کی دیوار سے آپ کی حویلی کی چھت پر کودے اور بالا خانہ میں اتر کر آپ کو بید کر ڈالا، ان میں کچھ عین وقت پر مارے گئے، کچھ موقع پا کر رات کے اندھیرے میں فرار ہو گئے بعد ازاں جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مدینہ کے تمام ہاجرین و انصار نے خلافت کی بیعت کی تو ان مظاہرین نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر کے آپ کی اطاعت اختیار کر لی، بغاوت فرو ہو جانے کے بعد اب ان باغیوں سے باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فقہاء نے تصریح کی ہے۔

توبة الباعی بمنزلة الاسلام من الحربی فی افادة العصمة والحرمة۔
 جان و مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کے سلسلہ میں باغی کے توبہ کر لینے اور حربی کافر کے اسلام لے آنے کا ایک ہی حکم ہے و کاب
 (البحر الرائق شرح کنز
 قانون، باب البغاة)
 دونوں کی جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا

پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کو ان باغیوں نے امام نہیں بنایا تھا، بلکہ حضرت ہاجرین و انصار نے آپ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور آپ کا انتخاب حق خلافت

ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما ادعی الی
نفسہ بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سارعت طوائف المهاجرین
والانصار الی بیعتہ -
(ج ۳ ص ۱۰، ۱۱)

اور پھر آپ سے بیعت کرنے کے بعد ان حضرات ہاجرین و انصار نے جس جان نثاری کا ثبوت دیا اس کا اظہار امام موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے

اذ دعا الى نفسه فقامت
 جیسے ہی جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 صمۃ طوائف من المسلمین
 اپنی طرف دعوت دی مسلمانوں کی بڑی

عظیمۃ و بذلوا دماءہم
دوئلہ، و راوہ حینظہ صاحب
الامر والاولیٰ بالحق
من نازعہ۔
(ج ۴ ص ۹۷)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں

الذین یایعواہ بعد ذلک اذ صار
الحق حقہ ، و قتلوا النفسہم
دوئلہ۔ (ج ۴ ص ۱۰۰)
وہ حضرات جنہوں نے شہادت عثمان کے احادیث
سے بیعت کی جبکہ خلافت آپ ہی کا حق تھا اور
پھر آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں
یہی حضرات ہاجرین و انصار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقاء و جان نثار تھے
جن کو یہ نام بھی ”شیعان علی“ اور ”قاتلین عثمان“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شیعہ مخلصین کون ہیں

(۲۲) رہا ”شیعان علی“ کا مسئلہ تو واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ کے شیعہ مخلصین یہی حضرات اہل السنۃ والجماعہ ہیں، یہی آپ کو خلیفہ راشد مانتے
ہیں یہی آپ کی نسبت روحانی اور آپ کے علم کے حامل ہیں غور فرمائیے، تصوف سنی
کے اکثر و بیشتر سلسلے حضرت مجددی کی طرف منسوب ہیں، فقہ حنفی کا دار و مدار زیادہ
تر حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتادی پر ہی ہے
اہل سنت کی کتب احادیث میں تمام خلفاء راشدین سے فیادہ آپ کی مرویات ہیں۔
غلاۃ شیعہ تفسیر، اسماعیلیہ، اشاعریہ اور زیدیہ جو اپنے آپ کو ”شیعان علی“ کہتے ہیں
معض غلط ہے، ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا، نہ
آپ کی تعلیم کو محفوظ رکھا اور نہ یہ آپ کی نسبت کے حامل ہیں نہ ان کا حضرت موصوف
سے کوئی تعلق تاریخ میں ثابت ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو مخف

اٹا عشرہؓ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے مراجعت کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ شیعوں کے تینوں فرقے غالیؑ جو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو لغو و باطلہ خدا مانتے ہیں، رافضیؑ تبراؤیؑ جو حضراتِ شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو غاصب و منافق سمجھ کر ان پر سب و شتم کرتے ہیں اور حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام معصوم سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صاف تصریح کر دی تھی اور فضیلؑ جو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل مانتے ہیں ان تینوں فرقوں کا آپ کے زمانہ خلافت میں ظہور ہو چکا تھا، جس طرح کہ نوارجؑ بھی جو حضرت عثمانؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر سمجھتے ہیں اسی دور میں پیدا ہوئے تھے اور نو اصحاب بھی جن کا کام صرف حضرت علیؑ کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ اور آپ کے خاندان سے عناد کا اظہار ہے، لیکن امیر المومنین حضرت علیؑ کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ نے ان سب گمراہ فرقوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ علامہ شیخ ابن

۱۔ ملاحظہ ہو عند ائمتہ عشرہؓ (دس) اور (ص ۱۱۱) پر فرماتے ہیں

شیعہ جعفری رضی اللہ عنہ علی اہل سنت و جماعت اند کہ بروش آنجناب میر وند و ما کے جزیقند و ہر یک باہر نیکی یا و می کنند در عقائد و اعمال اتباع قرآن و حدیث و سیرت آنجناب مینمایند۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ آئینہ کے حقیقی شیعہ تو اہل سنت و جماعت ہی ہیں کہ ان ہی کی روش پر چلتے ہیں اور کسی کے ساتھ برسر نہیں سب کو نیکی کیا تھا و نہ کہ ہے باور عقائد و اعمال میں قرآن و حدیث کی اتباع کرتے اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے ہیں واضح رہے کہ شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں، اس لیے شیعہ علیؑ کے معنی ہوئے حضرت علیؑ کی جماعت اور ظاہر ہے کہ یہ صفت حضراتِ اہل سنت کی ہے کہ روا فضیلت کی ان کو شیخان علیؑ کہنا ایسا ہی ہے جیسے جوفہم کو مومن کہنا یا خاکروب کو ملال غور۔

تیمہ کی زبان سے سنئے۔

وقد عاقب علی بن ابی طالب طوائف الشیعة الثلاثة ، فانه حرق الغایة الذین اعتقدوا الاهیة بالنار ، وطلب قتل ابن سبار لما بلنه انه یسب ابابکر و عمر فهرب منه ، ودوی عنه انه قال لا اوتی باحد یفضلنی علی الی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری ، وقد تواثر عنه انه قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ، ولهذا كان اصحابه الشیعة متفقین علی تفضیل الی بکر و عمر علیہ .

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سلفہ شیعوں کی اسی تینوں پارٹیوں کو منہادی چنانچہ خالی پارٹی کو جو آپ کی "کوبیت" کی قائل تھی نندائش کیا، اور ابن سبار کے بارے میں حب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا، لیکن وہ فرار ہو گیا اور آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص بھی میرے سامنے اس خیال کا پیش کیا گیا کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو منستری کی حد (اٹنی کوڑے)، لٹاؤں گا" اور یہ روایت تو آپ سے بہ تو اترناات ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور پھر عمر" اسی لیے آپ کے شیعہ اصحاب (مخلص رفقاء یعنی اہل سنت) اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی سے افضل تھے

(فتویٰ ابن تیمہ ص ۹۴)

۱۔ دامخ رہے کہ ڈاکٹر صلاح الدین نجد نے ابن تیمہ کے اس فتویٰ کو جو تلمیذی شکل میں محفوظ تھا، الجمع الملمیٰ دمشق کے شمارہ ج ۳۸، جزئیات و بالعمین تصحیح کے ساتھ شائع کیا تھا جس کا اصل متن اور ترجمہ ابن تیمہ ایک ڈبھی کراچی نے ۱۹۶۵ء میں "یزید بن معاویہ ابن تیمہ" کے نام سے شائع کیا ہے، اس فتویٰ کے مترجم جناب ڈاکٹر جمیل احمد صاحب صد شجرہ عربی کراچی یونیورسٹی ہیں۔

اور خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل عثمان و تفرق الناس
 ظهر اهل البدع و الفجور، و
 حينئذ ظهرت الخوارج فكفروا
 علي بن ابي طالب و عثمان بن
 عفان و من والا هما حتى
 قاتلهم امير المؤمنين علي بن
 ابي طالب طاعة لله ورسوله
 جهادا في سبيله، واتفق الصواب
 علي قتلهم لم يختلفوا في ذلك
 كما اختلفوا في الجمل و صفين۔
 اس بارے میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔
 (ص ۲۸)

بہر حال حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جتنے بھی سیاسی یا غیر سیاسی اقدامات کیے ان میں ان نام نہاد شیطان علیؑ کا کوئی دخل نہ تھا، ان سب حضرات کے اصل فدائی اور جان نثار اور ان کی ذاتی عظمت و قدر کرنے والے اور ان سے صحیح محبت والے ہمیشہ سے حضرات اہل السنۃ والجماعۃ پہلے آتے ہیں اور وہی ان کے اصل پیرو ہیں، ناصبیوں کو تو ان حضرات سے بغض ہے اور ان نام نہاد ”شیطان علیؑ“ کو ان کی محبت میں وہ غلو ہے جس کی شریعت اجانت نہیں دیتی، ناصبی اور ارفضی دونوں جاوہ حق سے دور ہیں۔ اصل صراطِ مستقیم پر حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں غرض یہ بات خوب یاد رکھیے اور ”داستان گو“ کے بار بار تائیدان عثمانؓ اور ”شیطان علیؑ“ کے الفاظ کی رٹ لگانے سے بالکل دھوکہ نہ کھائیے، اس

کا مقصد ان الفاظ کے بار بار دہرانے سے سوائے ابلہ فرسی کے اور کچھ نہیں ہے۔

باقی ”داستان گو“ صاحب نے جو بار بار تکرار کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ”ان شیعان علی“ نے کبھی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہ سے جا لڑایا“ سو محض لغو ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگیں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے کی تھیں وہ امام ائمہ تھے انہوں نے جو جہاد کیا ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے، حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائل کیا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اسی وقت مبادیہ مصاف سے اپنی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور لشکر سے نکل کر چل دیے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کو جاتے دیکھا تو یہ بھی فوراً میدان جنگ سے ہٹنے لگے، لیکن مروان نے ان کو جاتے دیکھ کر ان کے گھٹنے میں ایسا تیر مارا کہ ان کا کام تمام ہو گیا، تاہم ان میں ابھی زندگی کی رمت باقی تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شکری کے ہاتھ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر کے اپنی جان جانی آفرین کے سپرد کر دی، رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنگ جمل میں اپنے شریک ہو جانے پر اس قدر رویا کرتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جانا تھا، یہ سب باتیں کتب احادیث میں مقرر ہیں، صفین میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل ہوئے ان کے بارے میں احادیث متواترہ میں: ”فتنہ باغیۃ“ کے الفاظ آتے ہیں، جس کے معنی باغی جماعت کے ہیں، غرض جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی وہ یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جیسے کہ اہل حل تھے یا پھر ان سے والہ یا ناوائتہ طور پر غلطی ہوئی جیسے کہ ”بغاة شام“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام جنگوں میں برسرِ حق تھے اور ان کے مخالفین خطا پر، پھر اس میں یہ تاثر دینا کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ اپنے شیعیان کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے تھے، ناصیبوں کی محض بکواس ہے۔ عافظ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔

ولو قدح رجل فی علی بن ابی طالب
بأنه قاتل معاویة واصحابه و
قاتل طلحة والتر بئر لقیل لہ علی
بن ابی طالب افضل و اولی
بالعلم والعدل من الذین
قاتلوه فلا يجوز ان یجعل
الذین قاتلوه هم العادلین
و هو ظالم لهم۔

اگر کوئی شخص حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں قبح کرنے
لگے کہ انہوں نے معاویہ اور ان کے اصحاب
سے قتال کیا اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی
اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جنگ کی تو اس
سے کہا جائے گا کہ علی بن ابی طالب رضی
اللہ عنہ ظالم اور عدل کہ اعتبار سے انسانی تمام
لوگوں سے جو ان سے برسرِ جنگ ہوئے
افضل و اعلیٰ تھے، لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ
جنہوں نے حضرت علی سے قتال کیا، بس
وہی عادل ٹھہریں اور حضرت علی ظالم۔

(منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام
التیثم والقدریج ۳- ص ۱۹۰
طبع مصر ۱۳۲۲ھ)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۃ شتا عشرہ میں فرماتے ہیں۔

وہیں است مذہب اہل سنت کہ حضرت
امیر در مقامات خود برحق بود و مصیب
و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔
(ص ۱۹ طبع ناول کشور کاغذ ۱۳۲۵ھ)

اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضرت
امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہوں میں حق
پر تھے اور مصواب پر اور آپ کے مخالف
ناحق پر اور خطا کار۔

ناصری جو چاہیں کہتے رہیں، حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس دور میں حضرت علی
کرم اللہ وجہہ اور ان کا گروہ اس امت کے بہترین افراد میں تھے، چنانچہ صحیحین میں خروج
کے سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

ویخرجون علی خیر فرقہ من الناس یہ خارجی ان لوگوں کے خلاف اٹھیں گے
 قال ابوسعید اشہد انی سمعت جوسب سے بہتر جماعت ہوگی، ابوسعید خدری
 هذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں
 علیہ وسلم و اشہد ان علی بن ابی کہیں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 طالب قاتلہم و انا معہ۔ کی زبان مبارک سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا
 (مشکوۃ المصابیح باب فی الجہرات ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے
 الفصل الاول ص ۵۳۵) ان سے جہاد کیا اور میں بھی اس جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

حضرت حسن کے بارے میں افتراء پر دازی

(۲۳)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا "داستان گو" نے اظہار کیا ہے وہ بھی صحیح
 نہیں، حافظ ابن خزم ظاہری نے فی الفصل فی الملل والہو والنحل میں تصریح کی ہے کہ
 ومع الحسن ازید من حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ ایک لاکھ سے
 مائۃ الف عنان یحولون۔ زائد ایسے ہتھیار تھے جو آپ کے آگے جان فدا
 دینے (ج-۴ ص ۱۰۵) کرنے کو تیار تھے۔

اور اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں اس حدیث شریف کے ذیل
 میں جس میں یہ مذکور ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار خطبہ دے رہے تھے اسی
 شمار میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آگئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر برسرِ منبر
 ارشاد فرمایا

انہی هذا سید، ولعل اللہ ان میرا یہ بیٹا "سید" ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
 یصلہ بہ بین فئتين من المسلمین اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح
 کرادے گا۔ (ج-۱۳ ص ۵۷)

اس حدیث کے فوائد کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفي هذه القصة من اس واقعه میں جو فوائد میں ان میں ایک تو حضور علیہ
الفوائد، علم من اعلام الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانی ہے ذکر آپ
النبوة، ومنقبة للحسن بن کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا، دوسرے حضرت حسن
علی فانہ ترک الملک لا لقلۃ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت معلوم
ولا لدلۃ ولا لعلۃ بل ہوئی کہ آپ البیر کسی قسم کی کمی یا کسی طرح کی قلت
لرغبۃ نبیا عند اللہ، لا راہ کے یا کسی نوع کی قلت کے، خالصتہً لوجہ اللہ
من حق دماء المسلمین سلطنت سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپ نے
فراخی۔ أمر الدین و مصلحتہ محسوس کیا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی خون
الامۃ۔ ریزی سے بچ جائیں گے، لہذا آپ نے

(ج - ۱۳۰ ص ۵۷) دین اور مصلحت است کی رعایت فرمائی۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب معاذیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت
باوجود باغی ہونے کے زمرہ مسلمین سے خارج نہ تھے، جیسا کہ خوارج یا روافض کا خیال
ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ روافض کی طرح کہ وہ اپنے ائمہ کو
معصوم سمجھتے ہیں کسی امتی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کسی صحابی سے بھی اگر کوئی غلطی ہو
جائے تو وہ غلطی کو غلط ہی کہتے ہیں اور ان کی اسلامی خدمات اور شرف صحابیت کی
بنام پران کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت علی سے جنگ کی انکے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

علامہ ابن علی مرقزی نے اپنی مشہور تصنیف "الخط والاثار" میں اہل سنت کے عقائد کے
ترجمان امام ابو الحسن اشعری کا جو عقیدہ اس باب میں نقل کیا ہے اور جس پر تمام
اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

والائمة مترتبون فی فضیلت کے اعتبار سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم
 الفضل ترتبہم فی الامامة، ولا میں درجی ترتیب ہے جس ترتیب سے وہ اس منصب
 اقول فی عائشة وطلحة والزید رفیع پر فائز ہوئے اور حضرات عائشہ وطلحہ و زبیر رضی
 رضی اللہ عنہم الا اللہ عنہم کے بارے میں میں اس کے سوا کچھ نہیں
 انہم رجعوا عن الخطأ، کہہ سکتا کہ ان حضرات نے اپنی خطا سے رجوع کر
 و اقول ان طلحة والزیر جل میں شرکت کی بنا پر واقع ہوئی تھی، رجوع کر
 من الشرة المبشرین لیا تھا اور میں اس کا قائل ہوں کہ حضرت طلحہ و
 بالجنة، و اقول فی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دس حضرات میں سے
 معاویہ و عمر بن العاص تھے کہ جن کو جیتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 انہما نبیا علی الامام جنت کی بشارت دی تھی اور میں معاویہ اور عمر بن
 الحق علی بن ابی طالب عاص کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ ان دونوں
 رضی اللہ عنہم فقاتلہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے
 مقاتلة اهل النبی و خلاف بغاوت کی تھی جو غلطیہ بر جاتی تھے لہذا حضرت
 اقول ان اهل النہروان امیر المومنین نے ان سے اسی طرح جنگ کی
 الشرة هم المارقون من الدین جس طرح باغیوں سے کرنی چاہیے اور میں یہی
 وان علیا رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ اہل نہروان جو اس امر کے معنی تھے
 عان علی الحق کہہ کر ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو
 فی جمیع احوالہ، و بیچ دیا ہے وہ دراصل دین سے فراری تھے
 الحق معہ حیث داس اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام حالات
 میں حق پر تھے اور آپ نے جو قدم بھی اٹھایا حق
 (ج ۲ ص ۲۶۰، طبع بولاق مصر ۱۲۶۰ھ)

آپ کے ساتھ تھا۔

نواصب لقیۃ سے باز آئیں

افسوس ہے کہ ”مجلس عثمانی غنی“ کے ناصبیوں نے سچ کو اپنا شمار بنانے کی بجائے دُشمن کی اتباع کو پسند کیا اور جھوٹ اور نفاق کو اپنا شمار بنایا، یہ دونوں کتابچے ۱۱ شہادت عثمانی غنی کیوں اور کیسے (۲)، داستان کربلا، ”کذب کا مرقع“ ہیں، نفاق تو ظاہر ہے کہ خود کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی مسجدوں میں امام بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ شخصی آزادی کے اس دور میں ان کو لقیۃ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں، صاف کھل کر کہنا چاہیے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں، یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں، ہمارے نزدیک علی حسین رضی اللہ عنہما پسندیدہ شخصیتیں نہیں، اس لیے ہم ان پر طعن و تشنیع کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں جس طرح زوافضل کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم برتر کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح علی و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات ثلاثہ برتر کرنے کا ہم کو بھی حق ہے، ہم نے علی و آل علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے، اس لیے ہم ”ناصبی“ ہیں۔ تاریخ میں ناصبیوں کا یہ لقب پہلے سے موجود ہے اس میں دُراشرانے اور جھگنے کی کوئی بات نہیں جرات کی ضرورت ہے، علانیہ کہنا چاہیے کہ مروان الحمار کے قتل پر جب مشرق سے اموی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھا تو اس کتب لکھ کے لوگ ختم ہو گئے تھے، لیکن اب پھر بارہ سو برس کے بعد اسی مروان الحمار کی یاد گار ہم لوگ بھی ہیں جو محمود احمد عباسی کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس کو اپنا ”امام و شیخ الاسلام“ سمجھتے ہوئے اس کتب فکر سے وابستہ ہو گئے ہیں، لہذا ہمیں اسی نام سے جاننا اور پہچاننا چاہیے۔ اگر ان ناصبیوں نے ایسا ہی کیا اور جراث کے ساتھ بر ملا اپنے تشخص کا اظہار کر دیا تو وہ اس نفاق سے بچ جائیں گے جس میں فی الحال وہ مبتلا ہیں اور مسلمان بھی ان کا اصلی چہرہ پہچان لیں گے۔

یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں

اب ہم اخیر میں شکوۃ شریف کی اس حدیث پر اپنی تنقید کو ختم کرتے ہیں جو "باب
الایمان بالقدر" کی فصل ثانی میں بایں الفاظ مرقوم ہے۔

من علثۃ رضی اللہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
تعالیٰ عنہا قالت قال سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چھ آدمی ہیں جن پر میں
علیہ وسلم ستۃ لعنتم نے بھی لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی
و لعنہم اللہ وکل نبی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے (یہ چھ شخص
یحجاب، الرائد فی کتاب یہ ہیں) اول وہ کہ جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے،
اللہ، والمکذب بقدر اللہ دوسرے وہ جو تقدیر الہی کا منکر ہو، تیسرے وہ جو
والمستط بالجبوت لیمن جبر و ظلم سے مخلوق خدا پر مسلط ہو جائے تاکہ جس
من اذله اللہ و یذل کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی ہے اسے عزت بخشنے
من اعزه اللہ والمستحل لحریم اللہ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے فیل
لحریم اللہ والمستحل من کرے، چوتھے وہ جو اللہ تعالیٰ کے حرم پاک کو
عترتی ما حرم اللہ بے حرمت کرے، پانچویں وہ جو میری عترت کی اس
والتارک لسنی رواہ حرمت کو خاک میں ملائے ہو اللہ نے بھی بے تحیہ وہ
البیہقی فی المدخل و رزین جو میری سنت کا تاک ہو اس حدیث کو امام بیہقی نے
فی کتابہ۔

المدخل میں احمد محدث عین جہد ہی نے اپنی

کتاب میں روایت کیا ہے۔

(ص ۲۲)

اس حدیث کی روشنی میں اب یزید کی زندگی پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اس میں بہت سی لاشتی باتیں جمع ہو گئی تھیں۔

(۱) اس کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو بہ تو اتر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، عاتق کی سخاوت، شہور ہے اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔

(۲) وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا، اس نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک خلعت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔

(۳) اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی، بلکہ حرم نبوی کو بھی تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے بالکل حلال کر دیا کہ وہ جو چاہے وہاں کرے، چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ بیاہ سنبھا، سینکڑوں صحابہ و تابعین کے علاوہ اولاد انصار و ہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت گاہیہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی ناز نہ ہو سکی، چنانچہ مشکوٰۃ ہی میں ”باب الکرامات“ میں منقول ہے۔

و عن سید بن عبد المیز قال

لما كان ايام الحرّة له يؤذن

في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم

ثلاثاً ولم يُقَمَّ ولم يبرح

سيد بن المسيب السجد دحان

لا يعرف وقت الصلوة الا

بهممة يسمها من قبر

النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت سید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ

فترتہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں تین دن

تک نہ اذان ہوئی نہ اقامت۔ بس اکیلے حضرت

سید بن المسيب تھے جو مسجد ہی میں رہتے

یہ بھی ناز کا وقت نہیں پہنچتے تھے کہ گیس

ہلکی سی آواز سے جو قسیر نبوی (علیہ السلام)

الصلوة والسلام سے وہ سنا کرتے تھے

اس روایت کو امام دارمی نے نقل

کیا ہے۔

نواہ الدارمی (ص ۵۴۵)

(۳) اور عزت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کو جس طرح اس نے خاک

میں لایا وہ تو زبان زد خاص و عام ہے یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان کی شہرہ و معروف کتاب "تاریخ الخلفاء" میں کربلاء کے حادثہ فاجعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔

لعن اللہ قاتله و ابن زیاد اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
معه و یزید ایضاً کے قاتل پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن
(ص ۸۰ طبع سینیہ ۱۳۳۸ھ)
زیاد پر اور یزید پر بھی۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ایمان کے ساتھ اہل بیت و صحابہ کرام کی محبت ہر ہمارا فائدہ فرمائیے، آمین یا رب العالمین۔

الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کلمہ خاتمہ

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، ربنا ثقل منا انک انت
السمیع العلیم و رب علینا انک انت التواب الرحیم
محمد عبد الرشید نعمانی

پنج شعبہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

مطبوعات الزعيم الكيبيكي

١) تفسیر یعقوب حیدری

سُورَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

محمد بن عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد الوهاب

سَمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ

ويعيش الضمير في أسر الضلالتا. فنفقنا جميعاً صناديق نفوسنا.

(٢) **الانتماء والترجيح** : تأليف المحدث الكبير الزكفر

جمال الدين يوسف بن فرغل بن عبد الله البغدادي بطلون
تعاليف العلامة الحديثي محمد بن حسن زاهد الكوفي

٣) **الآلَى المَصْنُوعَة** **وَالزَّوَابِيَتِ** **الْمَرْجُوعَة**
عَنْ رَبِّهِ تَعَالَى فِي مَقَامِ مَا هِيَ بِشَيْءٍ

(٣) نُحْيِي الْفِكَرَ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ
فَرَحْمَتُهُ لَا تَنْقُضُ لَوْ تَطْمِئِنُّ نُحْيِي الْفِكَرَ

تأليف حائض العرب على المعروف في بيان جملة الصلوات في الله
بجسمه صفى محمد عبد الله شونكى رحمه الله
غفر له

⑤ مَقَامَاتُ حَرِيرِي : تاليف ابو محمد قاسم بن علي حريري المصري

من ترجم و محقق: حوالا امیر تقی احمد نورزی، قمین و دارالافتاء
شیخ الادب و الفقه دارالعلوم دیوبند

⑥ المداخل في أصول الحديث للحاكم النيسابوري

④ **أَوْجَزُ النَّبِيِّينَ خَيْرُ الْبَشَرِ** : تاليف : ابنِ عسیر

الـجـواهر الـثـمـينة في السيرة النبوية

تأليف: الامام نضر الدين محمد بن أبي الحسن النعماني
تلخيص السيرة المصغرة

تأليف: العلامة الفاضلة ابو عبد الله علامه الدين مغلطاي

میرزا ابوالفضل علی حنیفہ رحمتی
ہندو

مكتبة الخديويّة القبطية المتحف القبطي
الشيخ محمد عبد الوهيد النعاني
في الضلع أبو حمزة

۱۔ اسماعیلیہ: یہ ہریوں آغا خانیوں اور شیعوں کا

⑨ الثَّيْبَانِ فِي آدَابِ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ :

١٠) قاله: امام يحيى بن شرف الدين النوري الشافعي
ويليه: فتح الكريم المذنان في آداب حملة القرآن

تأليف، علقه على بن عماد المعروف الضباع المصري
 (١١) الأربعين النوى: تأليف الزاهر الذي مع غيره

جامع الصلوات ومجمع التعاديات في الصلاة على سيدنا

○ مقالات نعمانی : از محقق العصر حضرت مولانا محمد اعجاز علی شاہ

١٣) هِدَايَةِ النَحْوِ: (غلب ثاب) قمعج و تلحق: السيد تامل

(١٥) الكافية في النحو: (ولبابه)، لابن حنبل
محقق وتقديم وتحقيق: الدكتور نجيم عبد الله

تحقیق الرؤیا (مجموعہ) تالیف مشاہد العزیز محدث دہر

○ منسقة الأممي تاليف العلامة الحافظ قاسم بن قاسم
 ورييل في باقات من تجميع احاديث الهداية ، للزليخ

○ رسالہ اہلکلمہ فیہم بالآیۃ جیدۃ تم
للایمانیۃ لایمید اللہ محمد شمس الدین الذہبی

○ العالم والمتعلم : رواية الإمام عن أبي
معاوية : رسالة إلى حنفية : إلى عثمان بن عمار

ويليه، الفقه الأكبر: رواية أبي مطيع عن أبي
 بن حمزة: الإمام العلامة محمد زاهد

زاد الحقین فی تالیف شیخ عبدالحی محمدت و دہلوی رح

سلطان علی حسین: رجب کا ار مولا زاد اس کے بعد ہے۔

فرامین نبوی: از مولانا محمد عبد الشہید نعمانی

راعی اسلام ہے نقطہ کلام۔ شاہنامہ اسلام

تصنیف مولانا صادق علی قادری

عربي نصاب جدید

تَبْوِيْبُ الصَّرَفِ :

مُعَلِّمُ الْوَحْيِ

غارف تاریخ کی روشنی میں مؤلفہ: سید سلیم